B A

The Theory of the Foreign Exchanges.

by

THE RIGHT HON VISCOUNT GOSCHEN

نظریۂ مبادلات خارجہ

ترجمہ

پروفیسر محمد حبیب الرحمن، ایم - اے -، ایل ایل - بی -،
بی - ایس سی - (لندن) -

قیمت	روپیہ	آنہ
سکۂ عثمانیہ	۶	۲
سکۂ انگریزی	۵	۴

سلسلۂ نصابات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

نظریۂ مبادلاتِ خارجہ

تصنیف

رائٹ آنریبل وائی کونٹ گوشن

ترجمۂ

پروفیسر محمد حبیب الرحمٰن صاحب ایم۔اے ال ال۔بی

بی۔ایس سی۔آنرز (لندن)

سنہ ۱۳۵۶ھ م سنہ ۱۳۴۶ف م سنہ ۱۹۳۷ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

تیسرے اڈیشن کا دیباچہ

دوسرے اڈیشن کی اشاعت کے بعد سے جو چند ہفتے گذرے ہیں، انھوں نے پھر یہ ثابت کر دیا کہ "مبادلاتِ خارجہ" کی صورتِ حال کس قدر تیزی سے پلٹ سکتی ہے، اور دیرپا مثالیں منتخب کرنا کس قدر دشوار ہے۔ دوسرے اڈیشن کے دیباچے میں بتایا گیا تھا کہ روسی مبادلہ جو ایک مدت تک غیر محدود تغیرات کی مثال تھا، تقریباً مساوات تک پہنچ گیا ہے۔ اُس کے بعد سے اس میں پھر سخت اُتار واقع ہوا ہے۔ اسی طرح امریکہ میں جو سونے کی قیمت تیزی سے گر گئی تھی، اُس پر سابقہ اڈیشن میں اظہارِ رائے اور جانچ کا موقع ملا تھا۔ لیکن وہاں بھی حالات بدل گئے ہیں اور آج وہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ مبادلے کے اُتار کی نہیں بلکہ اُس کے چڑھاؤ کی توضیح تلاش کی جائے۔ ایک نظری کتاب کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ ہر نئے اجتماعِ واقعات کا ساتھ دے۔ یہ تو ہر مؤلف کے لیے لازم ہے کہ وہ واقعات کی رفتار پر نگاہ رکھے تاکہ اُس کے اصولوں کی صحت کی ہمیشہ جانچ ہوتی رہے۔ لیکن ہمیشہ نئی مثالیں اختیار کرنا، یہ مشکل ہی سے ممکن ہے اور نہ وہ ضروری ہے۔ اس لیے موجودہ اڈیشن میں کوئی مزید تبدیلیاں کرنا غیر ضروری سمجھا گیا۔

دوسرے اڈیشن کا دیباچہ

گزشتہ دو سال سے مبادلات خارجہ کی تاریخ گویا انقلابات کی تاریخ ہے۔ اکثر مقامات میں جو تغیرات واقع ہوئے ہیں، وہ سرعت اور وسعت میں تقریباً اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ پہلے جن ملکوں سے مبادلات خارجہ کے خاص واقعات کی مثالیں ملتی تھیں، اب وہ بالکل برعکس حالات کی مثالوں کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مبادلاتِ خارجہ کی رفتار پر اثر ڈالنے والے جو مختلف اسباب اس کتاب میں بیان کیے گئے ہیں، وہ اس اثنا میں معمول سے زیادہ شدت کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ اور واقعات کے جو نئے نئے اجتماع ہمارے سامنے آئے، اُن سے پیش کردہ اصولوں کی صحت کو جانچنے کے اور یہ دیکھنے کے کہ وہ کس حد تک کافی ہیں، بہت سے موقعے ملے۔ دو سال پہلے جن ملکوں کے مبادلات اُترے ہوئے زر یا کثیر قرضداری کے نتائج کی مثالوں کے طور پر منتخب کیے گئے تھے، وہ اب اس کے برعکس تیز رفتار بحالی کی مثالوں کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔ آسٹروی مبادلے کی بحالی پورے ۳۰ فی صدی تک پہنچ گئی ہے۔ روسی روبل سونے کی قدر مساوات کے قریب آ گیا ہے۔ اس کے برخلاف امریکہ میں سراسر مخالف کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ سابقہ اڈیشن میں یہ بتلایا گیا تھا کہ امریکی مبادلات خاص حدود کے اندر حرکت کرتے ہیں اور یہ حدود روانگی فلز کے مصارف اور زر کی درمیانی قدر کے اثر سے مقرر ہوتے ہیں۔ لیکن اب انھی مبادلات سے غیر محدود اور ناقابل تعین کمی بیشیوں کی ایسی مثالیں دستیاب ہوتی ہیں جو زمانۂ حال کی بدترین مثالیں کہی جا سکتی ہیں۔ نظریہ مبادلات خارجہ کی

تحقیق واقعات کی رفتار کا مشکل ہی سے ساتھ دے سکتی ہے۔ خود واقعات کا تبصرہ خواہ کتنا ہی دلچسپ ہو، اُسے اس کتاب میں آسانی کے ساتھ نہیں داخل کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ اس کا مقصد تو نظریہ بیان کرنا ہے اور ہم عصر واقعات سے اس کو صرف یہ سروکار ہے کہ ان سے عام اسباب کی مثالیں ملتی ہیں۔ اس لحاظ سے جو نیا مواد دوسرے اڈیشن میں داخل کیا گیا ہے، وہ صرف امریکی مبادلات پر غور کرنے تک محدود ہے۔ ایسے پیچیدہ مسئلے کو کامل طور پر یا تاریخی حیثیت سے پیش کیا جاتا تو وہ ہمارے استدلال کی عام روانی کے مطابق نہ ہوتا۔ امریکہ میں زر کی حالت ایسی غیر معمولی ہے اور اُس کے متعلق صحیح واقفیت حاصل کرنا، ایسا مشکل کام ہے، نیز اس میں تبدیلیاں ایسی تیز رفتار سے واقع ہوتی ہیں کہ اگر اصلی واقعات کی مکمل تحقیق کی جاتی تو اس کا اتنا حجم ہو جاتا کہ اس کے لئے ایک جداگانہ کتاب کی ضرورت پیش آتی۔ پس اس کتاب کے جس حصے میں امریکی مبادلات سے بحث کی گئی ہے، اگر اُس کے متعلق کوئی اختلاف پیدا ہو تو اس کی بنا خود واقعات کی قطعی صحت نہ قرار دی جائے بلکہ وہ واقعات کی ایک مشترک بنیاد پر طریق تعبیر کی صحت سے متعلق ہو۔ واقعات کو جہاں تک ممکن ہوسکا، احتیاط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور غلطی سے بچنے کی ہر ایک تدبیر اختیار کی گئی ہے۔ اگر پھر بھی خاص حالات کے بیان کے متعلق کچھ شک محسوس ہو تو اس کی وجہ سے خود نظریے کے علمی تیقن میں کوئی شبہ نہ ہونا چاہیئے۔

دوسری اہم تبدیلیاں جو اس اڈیشن میں کی گئی ہیں، وہ اُن بابوں میں ملیں گی جن میں نام نہاد "ناموافق مبادلات" اور "مخالف توازنِ تجارت" کے مسئلے پر بحث کی گئی ہے اور جن میں اعلیٰ شرح سود کے ذریعے سے اس صورت حال کا "علاج کرنے" کے امکان کی تحقیق کی گئی ہے۔ "ناموافق مبادلات" اور "مخالف توازن تجارت" یہ اصطلاحات ابھی تک جس طور پر زر کی کتابوں میں استعمال ہوتی ہیں، اس کے مطابق وہ کوئی ایسی صورت حال کا اظہار نہیں کرتیں جو کسی ملک کی خوش حالی کے عام نقطۂ نظر سے درحقیقت ناموافق ہوتی ہے بلکہ وہ صرف ایک خاص مجموعۂ حالات کی طرف اشارہ کرتی ہیں جسے بنک کار اور تاجر اُسی نام سے موسوم کرنے پر تلے ہوئے

ہیں۔ ان اصطلاحات کے ٹھیک مفہوم کے متعلق ہماری ابتدائی عبارت ہی ایسی تھی کہ اس کے بعد زیادہ غلط فہمی کی مشکل ہی سے گنجائش باقی رہتی ہے۔ تاہم اب زیادہ سختی کے ساتھ ان اصطلاحات کے مفہوم کو محدود اور مخصوص کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ ایک بہت اہم بات ہے کہ کہیں لوگ یہ نہ فرض کرنے لگیں کہ معاشیین اور دنیائے بنک کاری کے درمیان کوئی حقیقی تفریق موجود ہے۔ حالانکہ اگر کوئی تفریق موجود بھی ہے تو وہ صرف نام میں ہے نہ کہ نظریے میں۔ جہاں تک مبادلات پر اعلیٰ شرح سود کی قوت کا تعلق ہے، اس بارے میں پہلے اڈیشن کی بعض عبارتوں پر اعتراض کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ ان عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید زر کو مصنوعی طور پر ارزاں یا گراں بنانے کے خیال کی تائید کی جا رہی ہے اور جو چیز در اصل طلب و رسد کے باہمی اثر سے معین ہونا چاہیئے وہ شاید بنکوں اور افراد کے عمل سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ اظہار مطلب کا جو طرز ہم نے اختیار کیا تھا، وہ اس اعتراض کا باعث ہوا ہو۔ بہر حال یہ مناسب معلوم ہوا کہ یہ مطلب اور زیادہ مکمل طور پر پیش کیا جائے۔ امید ہے کہ جو تبدیلیاں کی گئی ہیں، ان سے اس بارے میں ہر ایک غلط فہمی صاف ہو جائے گی۔ اور شرح سٹہ سے کام لینے میں انگلستان بنک کا اثر جن حدود کے اندر محدود ہے، اس کے متعلق جو خیالات پیش کیے گئے ہیں، ان سے ظاہر ہو گا کہ ہمارا منشا یہ نہیں تھا کہ انگلستان بنک کے اختیارات کو مبالغہ آمیز طور پر بیان کیا جائے۔

فہرست مضامین

مبادلات خارجہ

پہلا باب

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

پانچواں باب

چھٹا باب
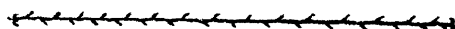
آئندہ صفحات میں جو تحقیق کی گئی ہے، اُس کا تعلق اُن مباحث سے ہے جن کے بارے میں یہ خیال بہت پھیلا ہوا ہے کہ وہ خاص طور پر خشک اور فنی ہیں۔ اس لئے معمولی اوقات میں لوگ مشکل ہی سے انھیں سننے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ جب کبھی کوئی خاص اجتماع حالات انھیں نمایاں اور غیر معمولی طور پر ہمارے پیش نظر کردے اور جب یہ ظاہر ہونے لگے کہ وہ عام مفاد اور اہمیت والے واقعات پر اثر ڈالتے یا اُن کی توضیح کرتے ہیں تب اِن مضامین کے اظہار کا جو موقعہ ہے اُسے نہ چھوڑا جائے۔ معاشیین کی نظر میں مبادلات خارجہ مختلف ملکوں کے مابین توازن تجارت کا گویا ایک اشاریہ ہیں بنک کاروں اور تاجروں کے نزدیک وہ گویا ایک قابل اعتماد بارپیما ہیں جس سے بازار زر کی حالت، اعتبار کی پختگی، سود کی شرح، اور مختلف ملکوں میں گردش زر کی اضافی حالت ان سب باتوں کا پتا چلتا ہے۔ جو لوگ ہمیشہ مبادلاتِ خارجہ کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں اور ان کی تحقیق نہ صرف معاشیین کے بلکہ بنک کاروں اور تاجروں کے نقطۂ نظر سے بھی کرتے ہیں، ان کے لئے تو حالت زر کا ہر پہلو اور ہر تجارتی واقعہ ایک ایسا موقع مہیا کر دیتا ہے جبکہ وہ واقعات کی کسوٹی پر اپنے نظریوں کی تصحیح کر سکتے ہیں۔ لیکن اِس مضمون کی زبردست اہمیت جس توجہ کی مستحق ہے، اس کو دیکھتے ہوئے خود بڑے بڑے بنک کاروں اور تاجروں میں ایسے اشخاص جو اس سے مانوس ہوں، بہت کم ہیں، بجز اُن لوگوں کے جو صرف یا زیادہ تر بین قومی معاملات میں لگے رہتے ہیں

البتہ معاملات زر کی موجودہ صورتِ حال ایسی ہے کہ اُس میں مبادلات خارجہ کا
اثر غیر معمولی اور خلاف توقع پڑ رہا ہے۔ اس لیے خیال یہ ہے کہ یہ موقع اس بحث کیلئے
جو بہ صورتِ دیگر غیر دلچسپ اور بے ضرورت سمجھی جاتی، خصوصیت کے ساتھ موزوں
ہے۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ کوئی قطعی نظریے پیش کئے جائیں۔ بلکہ چند واقعات کی طرف
توجہ مبذول کرائی جائے۔ یہ ایسے واقعات ہیں جو عام طور پر خصوصیت کے ساتھ
پیچیدہ اور ناقابل فہم خیال کئے جاتے ہیں لیکن اگر احتیاط کے ساتھ ان کی تشریح
اور توضیح کی جائے تو وہ ایک سادہ شکل میں اس طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں کہ لوگ
عام طور پر اُن سے اتفاق کریں۔

ہمارا بازارِ زر اور ہماری بیرونی تجارت جن قوانین کے تابع ہیں، ان کے
بارے میں صحیح اور جامع رائے قائم کرنے کے لیئے چند اصولوں کا ٹھیک طور پر سمجھ لینا
قطعی ناگزیر ہے۔ اگر ان اصولوں کو بہتر اور زیادہ واضح طریقے پر سمجھانے میں یہ کتاب
کسی طرح معاون ہو تو اس کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

اس کتاب میں جن معاملات پر بحث کی گئی ہے، اُس سے ناظرین کو کس
حد تک پہلے ہی واقفیت حاصل ہو گی نیز وہ کس نقطۂ نظر سے اس مضمون پر غور کرنے
کے عادی ہوں گے، اِن امور کا فیصلہ کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ اس تصنیف میں دلچسپی لینے والے
ناظرین کا جس طبقے سے تعلق ہو، اُسی کے مطابق یہ تحقیق کئی جداگانہ اصولوں پر
کی جا سکتی ہے۔ اس لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا جو سب کے لئے برابر اطمینان بخش
ہو، آسان نہیں ہے۔ اگر ہمارا خطاب ایسے لوگوں سے ہو جو خود نظری طور پر اس
مضمون کا مطالعہ کر چکے ہوں تو ایسی صورت میں بہت سی باتیں پہلے سے فرض
کر لی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ ان باتوں کی توضیح غیر ضروری اور تکان کا باعث ہو گی بلکہ اس
کی وجہ سے جو مسائل اور نظریے زیادہ دلچسپ ہیں، ان کی تحقیق دشوار ہو جائے گی۔
اور اگر اس کے برخلاف عام پبلک اس مباحثے میں شریک ہونے والی ہو تو پھر اس کے
برعکس تجویز اختیار کرنا یعنی یہ فرض کرنا کہ ابھی مضمون کے ابتدائی اوّلیات اور نمایاں
خصوصیات ہی صاف اور صحیح طور پر نہیں سمجھے گئے ہیں، ضروری معلوم ہوتا ہے۔
اس مفروضے کے تحت مناسب یہ ہوگا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے باقاعدہ اور

مکمل طریقہ پر آگے بڑھیں، خواہ اس کی وجہ سے بہت سی ایسی باتیں بیان میں آنے کا اندیشہ ہو جو بعض لوگوں کی رائے میں خاموشی کے ساتھ چھوڑ دی جا سکتی تھیں۔ ایک تیسرا اور بالکل جداگانہ راستہ اُن لوگوں کے لیئے بہت موزوں ہوگا جو ایک طرف تو مبادلاتِ خارجہ سے خوب عملی واقفیت رکھتے اور اس وجہ سے بہ حیثیت واقف کار اشخاص کے مخاطب کئے جا سکتے ہیں، لیکن دوسری طرف کسی طرح اپنے تجربات کو مرتب نہیں کیا ہے اور نہ اپنے مشاہدہ کئے ہوئے واقعات سے کوئی نتائج اخذ کئے ہیں۔ مبادلاتِ خارجہ معاشیین کے لیے بھی اُسی طرح دلچسپی کی چیز ہیں جس طرح کہ عام ناظرین کے لیے۔ لیکن زیادہ تر قوم کے تجارت پیشہ افراد اُن کی طرف متوجہ رہتے ہیں کیونکہ وہ محسوس یا غیر محسوس طریقے پر ہمیشہ اُن سے متاثر ہوتے ہیں یہی وہ طبقہ ہے جسے اس کتاب میں خاص طور پر مخاطب کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ مبادلاتِ خارجہ کے تعلقات خود بیوپار سے بازار زر سے، نیز عام بین قومی معاملات سے، واضح کئے جائیں اور بعض مبہم اور غیر یقینی خیالات کو جن میں یہ مضمون گھرا ہوا ہے، صاف اور واضح طور پر متعین کیا جائے۔ اس لحاظ سے تو یہ تحقیق تجارتی نقطۂ نظر سے اور تجارتی مسائل پر روشنی ڈالنے کی خاص نیت سے کی گئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی مؤلف نے یہ کوشش کی ہے کہ اسکے دلائل اتنے ٹھیک ہوں کہ علمی اور نظری حیثیت سے مطالعہ کرنے والوں کو شکایت نہ ہو اور اُس کی مثالیں اور توضیحات اتنی پھیلی ہوئی ہوں کہ عام اور غیر مانوس ناظرین بھی اس کے مطلب کو سمجھ سکیں۔ اِس کام کے لیے اُس کی اہلیت صرف یہ ہے کہ اُسے قسم قسم کے بین قومی معاملات کو بہ کثرت مطالعہ کرنے اور مبادلات خارجہ کے ہر مختلف پہلو کے اثر کو عملاً محسوس کرلے کے روزمرہ موقعے ملتے رہتے ہیں بغیر ایسے موقعوں کے یہ کام بہت دشوار ہے کہ جو مختلف رائیں نظری طور پر قائم کی جاتی ہیں، اُن کی تصحیح اور امتحان کیا جائے۔ لیکن مولف کو یہ احساس ہے کہ ایسے موقعوں سے مدد ملنے پر بھی شاید وہ اِس کام کا اہل نہ ثابت ہو۔ اُس لئے جس نیت سے اس کام میں ہاتھ ڈالا ہے، وہ اُس کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ مضمون فوری توجہ اور اظہار خیالات

سکا محتاج ہے اور اُس کی یہ امید ہے کہ اس راستے میں جو ناقص کوشش بھی کی جائے گی، وہ مزید اور زیادہ قابلانہ تفتیش کے لئے راستہ کھول دے گی۔

(ش)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبادلات خارجہ

پہلا باب

جن معاملات سے مبادلات خارجہ کا تعلق ہے انکی تعریف اور ابتدائی تحقیق

1

مبادلات خارجہ کے دلچسپ مسائل پر غور کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر ممکن ہو وضاحت کے ساتھ اس اصطلاح کا عام مفہوم بیان کردیا جائے۔ واضح ہو کہ "مبادلات خارجہ" کے الفاظ ہی بجائے خود مبہم اور ذو معنی ہیں کیونکہ وہ زیادہ تر خود مبادلات کو نہیں بلکہ شرح مبادلات کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ نفس معاملات پر دلالت نہیں کرتے بلکہ جن قیمتوں پر یہ معاملات طے ہوتے ہیں ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جب کبھی اصطلاحی زبان میں یہ کہا جاتا ہے کہ مبادلات چڑھ رہے ہیں یا گر رہے ہیں یا مقام زیر ہیں تو اس سے صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ خارجی ہنڈیوں کے خریداروں اور فروشندوں کے درمیان کن شرائط پر معاملات طے ہو رہے ہیں اور ان میں کیا کیا کمی بیشی ہو رہی ہے۔ بہر حال مبادلات کی شرحوں کا حال معلوم کرنے سے پہلے ضرورت اس بات کی ہے کہ خود مبادلہ کے نفس مضمون کی تحقیق

2

کی جائے۔ اور اچھی طرح ذہن نشین کرلیا جائے کہ وہ کیا چیز ہے جس کی خرید و فروخت ہوتی ہے جو منتقل کی جاتی ہے، یا جس کا مبادلہ ہوتا ہے۔ اگر معاملہ کے عملی پہلو پر نظر ڈالیں تو جس نفس مضمون

کی ہمیں تلاش ہے، وہ خارجی ہنڈیوں کی شکل میں ہمیں نظر آتا ہے۔ اور خارجی ہنڈیوں سے مراد وہ ہنڈیاں ہیں جو بیرونی ممالک میں ادا شدنی ہوتی ہیں۔ لیکن ہم اس توضیح کو نسبتاً غیر اصطلاحی اور زیادہ آسان الفاظ میں بھی پیش کر سکتے ہیں۔ مبادلہ کا نفس مضمون دراصل ایک قرضہ ہوتا ہے جس کی ذمہ داری ایک بیرونی شخص پر اور جس کی ادائی خود اس کے ملک میں لازم ہوتی ہے۔ قرض خواہ اس قرضے کو ایک تیسرے شخص کے نام منتقل کر دیتا ہے جو اس بیرونی ملک کو روپیہ روانہ کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ غالباً ایک چوتھے شخص کا جو اس مقام کا باشندہ ہے قرضدار ہے اور اُسے اپنا قرض ادا کرنا ضروری ہے۔ مِل صاحب نے اس تمام عمل درآمد کو مندرجہ ذیل اقتباس میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے[1]:-

"انگلستان کا ایک تاجر ا انگریزی اشیاء کا ایک پارسل فرانس کے کسی تاجر ب کے نام روانہ کرتا ہے۔ فرانس کا کوئی اور تاجر ج فرانسیسی چیزوں کا ایک پارسل انگلستان کے ایک اور تاجر د کے نام روانہ کرتا ہے۔ فرض کرو کہ ان دونوں پارسلوں کی قیمت مساوی ہے اب یہ بات صریحاً غیر ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ایک طرف ب ا کے نام فرانس سے انگلستان کو روپیہ روانہ کرے اور دوسری طرف د ج کے نام اتنا ہی روپیہ انگلستان سے فرانس بھجوائے۔ ظاہر ہے کہ ایک قرضہ اُس دوسرے قرضہ کی ادائی کے کام آسکتا ہے۔ اور اس طرح دو طرفہ آمد و رفت کے مصارف اور خطرات سے بھی نجات حاصل ہوتی ہے۔ لہذا ا ب کے نام اسی قدر رقم کی ایک ہنڈی لکھ دیتا ہے جس قدر کہ ب کے ذمہ واجب الادا ہوتی ہے۔ د کو چونکہ اسی قدر رقم فرانس میں ادا کرنا ہے لہذا وہ ا سے اس ہنڈی کو خرید لیتا ہے اور اُسے ج کے پاس روانہ کر دیتا ہے جو ہنڈی کی میعاد کے اختتام پر اُسے ب کے پاس ادائی کے لئے پیش کرتا ہے۔ اس طرح فرانس کا قرضہ انگلستان کو اور انگلستان کا قرضہ فرانس کو دونوں ادا ہو جاتے ہیں اور لطف یہ کہ رتی برابر بھی سونا یا چاندی ایک ملک سے دوسرے ملک کو روانہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

مذکورہ بالا توضیح سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عملی طور پر یہ معاملات ہنڈیوں کے توسط سے طے پاتے ہیں۔ لیکن ہماری تحقیق کے ابتدائی مدارج کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ خیال بھی ہمیں قبل از وقت معلوم ہوتا ہے۔ لہذا ابھی اس کو نظر انداز کرنا ہی بہتر ہے۔ اگر ہم معاملہ کو پہلے پہل اس نقطۂ نظر سے دیکھیں کہ وہ قرضوں اور مطالبات کا ایک سیدھا سادہ مبادلہ ہے اور اس بات کی فکر

3

[1] اُصول علم المعیشت، باب ۲، بند ۲۔

نہ کریں کہ یہ مبادلہ کن چیزوں کی وساطت سے عمل میں آتا ہے تو ہمارے لئے یہ طریقہ زیادہ آسان ثابت ہوگا۔ سب سے زیادہ عام شکل میں یہ صورت حال حسب ذیل طریقہ پر بیان کی جاسکتی ہے:۔

بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے قوم کے بعض افراد بیرونی ممالک کے تاجروں کے قرضدار بن جاتے ہیں۔ سکّے روانہ کرنے میں جو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اور جو خطرات اور مصارف لاحق ہوتے ہیں، ان سے بچنے کے لئے یہ لوگ قوم کے چند اور افراد کی تلاش کرتے ہیں جو انھی بیرونی ممالک سے اسی قدر رقموں کے قرض خواہ ہوں۔ اور ان قرضوں کو خرید کر اپنے خارجی قرضخواہوں کے سپرد کر دیتے ہیں تاکہ اس طرح خود ان کا قرضہ ادا ہو جائے۔ اور اگر دونوں ممالک کے باہمی قرضوں کی مجموعی رقمیں ہر لحاظ سے ایک دوسرے کے مساوی ہوں یعنی دونوں کی مقدار مساوی ہو، ادائی قرضہ کی میعاد ایک دوسرے کے مطابق ہو، اور دونوں کی ادائی میں ایک ہی قسم کا زر استعمال ہوتا ہو۔ تو ایسی صورت میں بلا کسی دقت کے ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ اس قسم کے مطالبات کے خریدنے والے فروشندوں کو کس قدر رقم ادا کریں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ رقم اور وہ جو منتقل شدہ مطالبات کے تحت بیرونی ملک میں ادا شدنی ہے، دونوں سراسر ایک دوسرے کے مساوی ہوں گے۔ خریداروں کو جس قدر رقم درکار ہے ٹھیک اسی قدر رقم فروشندوں کے پاس موجود ہے۔ مزید برآں اول الذکر کو جس وقت وہ رقم مطلوب ہے ٹھیک اسی وقت آخرالذکر اس کی فراہمی پر آمادہ ہیں۔ پس ایسی صورت میں کوئی وجہ نہیں ہے جس کے اثر سے قیمت میں تغیر واقع ہو یا مبادلات خارجہ کی شرحوں میں کسی قسم کی کمی بیشی نمودار ہو، گویا اصطلاحی زبان میں یہ مبادلات ہمیشہ حالت مساوات میں رہیں گے۔ لیکن اس کی برعکس صورت میں جو بات ہمارے پیش نظر ہوتی ہے، وہی دراصل ہمارے اس مباحثہ کی جان ہے۔ مبادلات خارجہ میں جس قدر کمی بیشی حقیقۃً وقوع پذیر ہوتی ہے، وہ اس عدم مساوات کا لازمی نتیجہ بھی ہے اور یقینی علامت بھی جو مختلف ممالک کی باہمی قرضداری کے درمیان موجود ہوتی ہے۔ یہ عدم مساوات یا تو واجب الادا رقموں کی مقداروں میں ہوتی ہے یا ادائی قرضہ کی میعادوں میں یا اس باہمی نسبت میں جو ایک ملک کے زر کو دوسرے ملک کے زر کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔

اگر ہم مبادلات زیر بحث کی اس طرح توضیح کریں کہ وہ مختلف ممالک کے سکّوں کا باہمی مبادلہ ہے جیسے کہ ساورن کا فرانک سے، یا فلارن کا ڈالر سے، تو شاید یہ طریقہ زیادہ آسان معلوم ہو۔ بالخصوص اس لئے کہ یہ معاملات عام طور پر عملاً یہی صورت اختیار کرتے ہیں۔ لیکن اگر

مبادلات خارجہ کی تعریف اس طور پر محدود کر دی جائے تو ان کا ایک نہایت ہی اہم اور در اصل ضروری پہلو پس پشت پڑ جاتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر تمام ممالک میں ایک ہی قسم کا سکہ اختیار کیا جائے تو پھر بھی بیرونی ممالک کے خلاف جو مطالبات ہونگے ان کی قیمتوں میں اختلاف ہوگا۔ ایک طرف تو ان لوگوں کا گروہ ہوتا ہے جو بیرون ملک رقوم روانہ کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف ایسے لوگوں کی جماعت ہوتی ہے جن کی رقمیں بیرونی ممالک میں موجود ہوتی ہیں اور جنھیں یہ حق حاصل رہتا ہے کہ جس وقت چاہیں اپنی رقمیں منگوا لیں۔ اول الذکر طبقہ کی طرف سے رقم کی طلب پیش ہوتی ہے اور آخر الذکر طبقہ کی جانب سے اس کی رسد بہم پہنچائی جاتی ہے۔ اب اگر اتفاق سے کسی وقت طلب بمقابل رسد کے زیادہ ہو تو قیمت پر بڑھوتری دینا ہوگا اور اگر کم ہو تو اس پر بٹہ لگے گا۔ غرض جس حالت کو عرف عام میں مبادلات خارجہ کے چڑھنے اور گرنے سے تعبیر کرتے ہیں، اس کا سب سے پہلا سبب یہی طلب و رسد کی عدم مطابقت ہے۔ کسی خاص دن یا کسی مقررہ موسم کے دوران میں رقم کی بہت بڑی مقدار مطلوب ہوتی ہے تاکہ قرضوں کی ادائی کے لئے باہر روانہ کی جاسکے۔ فرض کرو کہ انگلستان فرانس کا بہت زیادہ قرضدار ہے۔ اور ادائی قرضہ کا وقت آپہنچا ہے۔ اسی وقت اتفاق سے مخالف سمت کی تجارت میں، جس کی وجہ سے فرانس انگلستان کا قرضدار بن جاتا ہے، بہت کم کاروبار ہوا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد نسبتاً کم ہے جن کی رقمیں پیرس میں موجود ہوں، تاکہ وہ ان اشخاص کے ہاتھ منتقل کی جاسکیں، جنھیں وہاں رقمیں بھجوانا ضروری ہے۔ بالفاظ دیگر تاجروں کی اصطلاح میں فرانس کے خلاف ہنڈیاں رکھنے والے کم ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان تھوڑی سی ہنڈیوں کے لئے خوب مسابقت ہوتی ہے۔ جو لوگ ان پر کافی بولی نہیں لگاتے انھیں وہ تمام مصیبتیں جھیلنا پڑتی ہیں جو سونا روانہ کرنے میں پیش آتی ہیں۔ ورنہ وہ اپنے وعدوں کو بروقت پورا نہیں کر سکتے۔ اس طرح جن لوگوں کے پاس فروخت کے لئے ہنڈیاں موجود ہوتی ہیں، وہ ان کی قیمت مساوات سے زیادہ معاوضہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر مبادلات حالت مساوات میں ہوتے، یعنی اگر دونوں ملکوں کی باہمی قرضداری بالکل مساوی ہوتی تو خریدار اور فروشندہ، دونوں اس معاملے میں برابر فائدہ اٹھاتے۔ لیکن موجودہ حالت میں کل کا کل فائدہ صرف فروشندہ کے حصہ میں آتا ہے۔ کیونکہ اس کے پاس ایک ایسے مقام میں رقم موجود ہے جہاں وہ خریدار کو مطلوب ہے۔ اور اگر فروشندہ یہ رقم اس کے ہاتھ فروخت نہ کرے تو

خریدار اس بات پر مجبور ہوگا کہ جو کچھ اخراجات لاحق ہوں، برداشت کرکے خود ہی اس مقام پر رقم روانہ کرے۔ غرض موجودہ مثال میں یہ انتظام فریقین کے لئے باعث سہولت نہیں ہے بلکہ خریداروں کی باہمی مسابقت کی وجہ سے یہ تمام سہولت صرف فروشندہ کے حصہ میں آتی ہے۔ 7

بہر حال دوسرے معاملات کی طرح یہ معاملہ بھی طلب و رسد کے باہمی اثر سے طے پائے گا۔ موجودہ مثال میں چونکہ فرانس کے خلاف ہنڈیوں کی تعداد کم ہے، لہذا ان کی قیمتوں پر تھوڑی دینا ہوگا۔ برخلاف اس کے جو لوگ فرانس سے رقمیں منگوانا چاہتے ہیں، اگر وہ تعداد میں کم ہوں اور ان اشخاص کی تعداد زیادہ ہو جو وہاں رقمیں بھجوانا چاہتے ہیں تو ایسی صورت میں فرانس والی ہنڈیوں کی قیمت پر بٹہ لگنے لگے گا۔ غرض مبادلات خارجہ کے تغیرات اور کمی بیشیوں کی یہ نہایت ہی ابتدائی مثالیں ہیں۔ ان مبادلات کی حقیقی نوعیت کو وضاحت کے ساتھ ذہن نشین کرنے کے لئے اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ کیونکر نمودار ہوتے ہیں، یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ابتدا میں بہت سی متعلقہ مگر غیر ضروری باتوں کو نظر انداز کردیں۔ اور نہایت مضبوطی کے ساتھ اس عام اصول پر جمے رہیں کہ فی الحقیقت جن چیزوں کا مبادلہ کیا جاتا ہے وہ زر کی دو مساوی مقداریں ہیں جو دو مختلف مقامات میں موجود ہوتی ہیں۔ جہاں تک مبادلات خارجہ کے معمولی اور سیدھے سادے کاروبار کا تعلق ہے، صورت حال یہی ہوتی ہے۔ اور دوسرے جس قدر پیچیدہ کاروبار ہیں، وہ سب اسی سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ بطور پیشگوئی کے یہاں ہم صرف اس قدر بتانا چاہتے ہیں کہ کاروبار مبادلہ کی اس سادہ ترین شکل کے مقابل اس کی پیچیدہ ترین صورت وہ ہوگی جبکہ ایک فریق تو فوراً رقم ادا کردے لیکن دوسرا فریق اسکے معاوضہ کی مساوی رقم تین ماہ بعد حاصل کرسکے۔ ایک طرف تو رقم زر طلائی میں ادا ہوسکے دوسری طرف اس کے معاوضہ میں زر نقرئی ملے۔ ایک جانب تو ادائی شک و شبہ سے مطلقاً پاک ہو 8 کیونکہ وہ فوراً وقوع پذیر ہوتی ہے اور دوسری جانب ادائی میں اشتباہ کی گنجائش ہو کیونکہ اس میں کچھ مدت تک انتظار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس صورت میں مبادلہ کی دونوں رقموں کے درمیان مساوات قائم رکھنے کے لئے کئی ایک باتوں کا لحاظ کرنا پڑے گا مثلاً ایک تو یہ دیکھنا چاہئے کہ سونے اور چاندی کی اس وقت اضافی قیمتیں کیا ہیں دوسرے یہ کہ تین ماہ تک انتظار کرنے سے کس قدر سود کا نقصان ہوگا۔ تیسرے یہ کہ نقد رقم دیکر کاغذ کا ایک ٹکڑا (جو اس بات کی نشانی ہے کہ رقم مندرجہ تین ماہ بعد وصول طلب ہوگی) حاصل کرنے میں کس قدر خطرہ برداشت کرنا پڑیگا۔ یہی وہ باتیں ہیں جن سے مساوا

متاثر ہوتے ہیں اور جنکی بدولت یہ مضمون اسقدر پیچیدہ ہو جاتا ہے کہ ہمیشہ معاملہ کی اصلیت کو بھول جانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ مبادلات خارجہ کی حالت پر بحث کرنے میں بعض اوقات چند اور امور کی طرف بہت زیادہ توجہ کی جاتی ہے مثلاً یہ کہ مختلف ممالک میں زر کی کیا قدر ہے۔ ہر ایک کے پاس طلائی کس قدر مقدار موجود ہے، ہر ایک کے زر کاغذی کی کیا حالت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مبادلات کی کمی بیشیوں پر ان باتوں کا بہت کچھ اثر پڑتا ہے اور اس لحاظ سے وہ کافی اہمیت بھی رکھتی ہیں لیکن باوجود اس کے ایک دوسرے کی اضافی قرضداری کا سوال ان سب پر فائق ہے اور وہی مبادلات کی کمی بیشی کا سب سے پہلا اور اہم ترین عامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بہ حیثیت مجموعی اس مضمون کا مطالعہ کرنا مقصود ہو تو سب سے پہلے بین الاقوامی قرضداری کا مفہوم وضاحت کے ساتھ ذہن نشین کر لیا جائے اور اچھے طور پر معلوم کر لیا جائے کہ وہ کن اجزا سے مرکب ہوتی ہے اور اس کی بدولت کس قسم کے مختلف معاملات پیش آتے ہیں۔ جونہی ہم اس ابتدائی سوال کو، جس پر تمام مسئلہ مبادلات خارجہ کی بنیاد ہے، صحیح طور پر ذہن نشین کر لیں اور اس بات سے واقف ہو جائیں کہ کیونکر اور کن مختلف طریقوں سے مختلف ممالک ایک دوسرے کے قرضدار بنتے ہیں تو پھر ہم اس بات پر غور کر سکتے ہیں کہ جب تصفیہ کا وقت آ پہنچے اور قرضہ رواں ہنڈیوں کے اندر معین ہو جائے تو یہ قرضداری کونسی شکل اختیار کرتی ہے۔ اس کے بعد ہمیں خود یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ ان ہنڈیوں کی شکل اور نوعیت کیا ہے، کیونکر ان کی خرید و فروخت ہوتی ہے، کن مختلف اثرات کے تحت ان کی قیمت معین ہوتی ہے، اس میں بار بار جو کمی بیشی نمودار ہوتی ہے اس کے کیا اسباب ہیں، مبادلات خارجہ کے موافق یا مخالف ہونے سے کیا مراد ہے اور اس اصطلاح کی کیا اہمیت ہے، اور آیا مبادلات کی حالت بین الاقوامی کاروبار کی صحیح نشانی ہے۔ پہلے تو ہم ان قرضوں ہی کا حال معلوم کریں گے اور یہ دیکھیں گے کہ آخر یہ وہ کیونکر ان ہنڈیوں کی شکل اختیار کرتے ہیں جو اس قدر کثیر تعداد میں ہمیشہ ہماری نظروں کے سامنے آتی ہیں۔ بعد ازاں ہم یہ تحقیق کر سکیں گے اور اس طرح تحقیق کرنا ہمارے لئے ضروری بھی ہے کہ آیا یہ ہنڈیاں فوراً ادا شدنی ہیں یا آئندہ کسی مدت معینہ کے بعد، آیا وہ آخری کاروبار کی نشانی ہیں یا تجارتی عملدرآمد کے صرف ایک حصہ پر مشتمل ہیں۔ نیز یہ کہ شرح سود، قرضداروں کا اعتبار، دیگر اہموں کی رعایت، جس زر میں ہنڈیاں ادا شدنی ہیں اس کا اُتار چڑھاؤ ان تمام باتوں کا ہنڈیوں کی بدل پذیری پر کیا اثر پڑتا ہے۔ پھر ہم یہ تحقیق کریں گے کہ کن حالات کے اثر سے بیرونی ممالک کے خلاف ہنڈیوں کی طلب پیدا ہوتی ہے۔ اور کیونکر ہم

اس طلب کو روک سکتے یا بڑھا سکتے ہیں۔ اس طرح ہم اپنی تحقیق کے اختتام پر بہت سے اہم مسائل تک حن پہ اہل زر کے حلقوں میں چند روز سے بہت زیادہ خیال آرائیاں ہو رہی ہیں، آپہنچیں گے۔ مثلاً یہ کہ سونے کی برآمد کو روکنے کے لئے اعلیٰ شرح سود کہاں تک موثر ہو سکتی ہے، بیرونی اصں داروں کا جو انگلستان کے خلاف ہنڈیوں کے مالک ہوتے ہیں، ہمارے بازار زر پر کس حد تک اثر پڑ سکتا ہے، بجائے اس کے کہ ہر ہنڈی اپنی میعاد کے اختتام پر بھنائی جائے، اگر وہ سب کی سب وقت واحد میں بھنانے کی غرض سے بازار زر میں لائی جائیں تو ایسی صورت میں کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ غرض اسی نوعیت کے بہت سے معاملات ہیں جو محض نظری یا مجرد مسائل کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ ہر ایسے شخص کے لئے جو تجارتی کاروبار میں مصروف ہو عملاً نہایت ہی اہم ہیں۔

11

دوسرا باب

مبادلات خارجہ کی بنیاد یعنی بین الاقوامی قرضداری کی تشریح

یہ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ مبادلات خارجہ کا سب سے پہلا غور طلب جزو بین الاقوامی قرضداری ہے۔ اور چونکہ جو مبادلات اس دفعہ ہمارے زیر غور ہیں، وہ مطالبات یا قرضوں کے مبادلات ہیں، لہذا اگر ہم ان قرضوں کے آغاز اور ان کی نوعیت کی تحقیق کریں تو اس سے ہمارے مضمون پر بہت کچھ روشنی پڑ سکتی ہے۔

بسا اوقات لوگ غلطی سے یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ قرضے محض خارجی اشیاء کی درآمد سے پیدا ہوتے ہیں۔ توازن تجارت کو وہ محض درآمد و برآمد کا ایک مسئلہ تصور کرتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اس وقت نمودار ہوتا ہے جبکہ ان میں سے کسی ایک کی مقدار بمقابل دوسرے کے زیادہ ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرضوں کا انحصار محض درآمد و برآمد پر نہیں ہے۔ قبل اس کے کہ ہم دو ملکوں کی باہمی قرضداری کا صحیح اندازہ کر سکیں، ضروری ہے کہ ان دونوں کے درمیان جس جس قسم کے جس قدر کاروبار ہوں، ان سب کا بہ غور مطالعہ کیا جائے۔

12

اس مطالعہ کی بدولت ہم یہ معلوم کر سکیں گے کہ دو ملکوں کی باہمی قرضداری کا باعث محض مبادلہ پیداوار نہیں بلکہ اور بھی متعدد قسم کے کاروبار ہیں۔ ان کاروبار کی وجہ سے ایک قوم کو دوسری قوم کی خاطر کچھ نہ کچھ مصارف برداشت کرنا پڑتے ہیں، خواہ ان مصارف کا باعث پیداوار اور مصنوعات کی بہم رسانی ہو، یا خانگی کمپنیوں کے حصص اور تمسکات کی فروخت ہو، یا منافع، کمیشن اور اسی قسم کے

دوسرے مطالبات کا تصفیہ ہو، یا بیرونی اشخاص کی سکونت یا سیر و تفریح کے اخراجات ہوں۔ غرض دو ملکوں کے درمیان جس جس قسم کے کاروبار ہوتے ہیں اور ان کاروبار کی وجہ سے ہر ایک کو جس قدر اخراجات لاحق ہوتے ہیں، ان سب کا مجموعی نتیجہ ان دونوں کی باہمی قرضداری ہے۔ روپیہ قرض لینے کے خیال کو یہاں نظر انداز کر دینا چاہئے۔ کیونکہ اس وقت ہمیں جس چیز سے تعلق ہے وہ محض ذمہ داری ہے۔ اور ذمہ داری خواہ کسی طرح نمودار ہوئی ہو، اس کا اثر ہر صورت میں یکساں ہوتا ہے۔

جب ایک ملک پر دوسرے ملک کا کچھ روپیہ واجب الادا ہوتا ہے تو خواہ اس ذمہ داری کا کچھ ہی سبب ہو، نتیجہ بالکل وہی ہوگا جو مال و سامان کی درآمد کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ ممکن ہے کہ دو ملکوں کی عام قرضداری تو بالکل ایک دوسرے کے مساوی ہو لیکن ہر ایک کے مال کی درآمد و برآمد کی مقداریں جداگانہ ہوں۔ ممکن ہے کہ ایک ان میں سے بہت زیادہ چیزیں خریدے اور خود اسی قدر چیزیں دوسرے کے پاس روانہ نہ کرے۔ مثال کے طور پر فرض کیجے کہ اول الذکر ملک میں تین ملین پونڈ زیادہ مال کی درآمد ہوئی ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ جو قوم اس کاروبار کی بدولت تین ملین پونڈ کی قرضدار بن گئی ہے وہ اُن میں سے ایک ملین پونڈ تو اپنے ان افراد کے سپرد کردے جو قرضدار ملک میں سکونت پذیر ہوگئے ہیں یا وہاں سیر و تفریح میں روپیہ صرف کر رہے ہیں۔ دوسرے ملین سے وہ قرضدار ملک کے سرکاری تمسکات خرید لے اور تیسرا ملین آخر الذکر ملک کے مطالبات جہاز رانی ادا کرنے میں لگا دے۔ (یہاں ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ اس ملک کے باشندوں کو جہاز رانی میں بہت زیادہ تفوق حاصل ہے) اس طرح ان دونوں ممالک کے درمیان پھر توازن قائم ہو جائے گا۔ دونوں کی باہمی قرضداری مساوی ہو جائے گی۔ اور تجارت کا توازن کسی فریق کے مخالف نہ ہوگا۔

اگر ہم اس قسم کے بین الاقوامی کاروبار کی تحقیق میں کسی قدر زیادہ تفصیل سے کام لیں تو چنداں نامناسب نہ ہوگا۔ اس غرض سے ہم خارجی قرضوں کی مثال کو لیکر یہ تحقیق کریں گے کہ مبادلات خارجہ پر ان کا کیا اثر پڑتا ہے۔ جب ایک ملک کسی دوسرے ملک سے قرضہ حاصل کرتا ہے تو جہاں تک خارجی مبادلات کا تعلق ہے، اس بیرونی قرضہ کا یہ اثر ہوگا کہ توازن تجارت قرض گیر ملک کے نہیں بلکہ قرض دہندہ ملک کے مخالف ہو جائے گا۔

اس میں شک نہیں کہ قرض گیرندہ کو بالآخر یہ قرضہ ادا کرنا پڑے گا۔ لیکن جس وقت وہ حاصل کیا جاتا ہے، قرض گیرندہ اور قرض دہندہ ممالک پر اس کا علی الترتیب بالکل وہی اثر پڑتا ہے جو اشیا کی برآمد و درآمد کا۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ قرض لینے والے ملک سے اس کے تمسکات کی برآمد اور

13

14

قرض دینے والے ملک میں ان کی درآمد ہوتی ہے۔ پس جہاں تک توازن تجارت کا تعلق ہے کسی بیرونی ملک سے قرضہ حاصل کرنا گویا اپنے مال کی برآمد میں اضافہ کرنا ہے یہی وجہ ہے کہ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات جب کسی ملک کی قرضداری اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس کی ادائی کیلئے نہ سونا چاندی روانہ کئے جا سکتے ہیں اور نہ ملکی مال کی برآمد میں کافی اضافہ کیا جا سکتا ہے تو ایسی صورت میں توازن قائم کرنے کے لئے خارجی قرضہ کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ قرضدار ملک کے پاس جب کوئی اور وسائل باقی نہیں رہتے جن سے وہ اپنے بیرونی قرض خواہوں کو مطمئن کر سکے تو وہ اپنے سرکاری تمسکات جو خاص اسی غرض سے تیار کئے جاتے ہیں روانہ کر دیتا ہے۔ گویا بجائے مال و سامان کے ایسے ملک سے تمسکات کی برآمد ہوتی ہے۔ روس کئی مرتبہ اس ترکیب پر عمل پیرا ہو چکا ہے۔

برخلاف اس کے یہ بھی ممکن ہے کہ کسی قوم کے پاس اصل کی بہت افراط ہو اور ضروریات کی اکثر چیزیں اندرون ملک دستیاب ہونے سے وہاں بیرونی سامان کی بہت کم درآمد ہوتی ہو لیکن خود ملک کی بنی ہوئی چیزیں کثیر مقدار میں باہر روانہ کی جاتی ہوں۔ ظاہر ہے کہ جس ملک میں اس قسم کے حالات موجود ہوں گے بیرونی تمام ممالک اس کے قرضدار بن جائیں گے۔ لہذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں توازن کیونکر برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے جو ابھی اوپر بیان ہو چکی ہے۔ موجودہ مفروضہ کے مطابق قرضداری حد سے تجاوز نہیں کر گئی ہے بلکہ ابھی اس کا انتظام کرنا ممکن ہے جس ملک میں یہ حالات موجود ہوتے ہیں، وہ توازن قائم رکھنے کی غرض سے بسا اوقات مختلف قسم کے قرضوں، حصص، اور تمسکات کا تخمینی خریدار بن جاتا ہے اور اس کے ہاں ان تمام چیزوں کی درآمد ہونے لگتی ہے۔ اس کی مصنوعات کے معاوضہ میں ریلوے ڈبنچر ادا کئے جاتے ہیں۔ اور جس قدر رقمیں دوسرے ممالک اس کے مال کی خریداری پر صرف کرتے ہیں وہ ان کو بیرونی ممالک کے صراؤں میں خرچ کر دیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب کبھی کسی ملک کو بیرونی تمسکات خریدنے کا خبط آ گھیرتا ہے تو اس کے توازن تجارت پر اس کا بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب کسی ملک کی مقدار درآمد اس کی مقدار برآمد سے بڑھ جاتی ہے تو اس ملک کی مالی حالت کے لئے ایک خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب بیرونی حصص کی خریداری حد مناسب سے تجاوز کر جاتی ہے تو یہ صورت بھی ملک کے لئے خطرہ سے خالی نہیں ہوتی۔ البتہ اس قدر فرق ضرور ہے کہ مقابل پیداوار یا مصنوعات کے حصص میں اس ماننلی

15

زیادہ قابلیت ہے کہ وہ دوبارہ باہر روانہ کر دئیے جائیں۔ کیونکہ ان دونوں کے مصارف نقل وحمل میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

مذکورۂ بالا مشاہدات سے یہ واضح ہو گیا ہو گا کہ جب کبھی دو ملکوں کی اضافی قرضداری یا توازن تجارت کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس وقت ان کے مدامی قرضے پیش نظر نہیں ہوتے اور کم از کم اس وقت تک ان کا شمار نہیں کیا جاتا جب تک کہ ان کی ادائی کا وقت آنہ پہنچے۔ توازن تجارت کا مدار ان معاملات پر ہوتا ہے جو فوراً تصفیہ طلب ہوتے ہیں۔ جن معاملات کا تصفیہ بہ تراضی طرفین کئی سال تک ملتوی کر دیا جاتا ہے، فی الوقت ان کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ مثلاً اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ انگلستان کا بے انتہا قرضدار ہے۔ جس کا ثبوت امریکہ کے وہ لاتعداد تمسکات ہیں جو اہل برطانیہ کے ہاتھوں میں موجود ہیں۔ لیکن بجز اس سود کے جو ان تمسکات پر ادا کیا جاتا ہے، یہ اکھٹا قرضہ فوراً تصفیہ طلب نہیں ہوتا اور نہ قرضہ رواں پر اس کا کوئی اثر پڑتا ہے۔ حالانکہ آخر الذکر قرضہ ہی کے توازن سے دو ملکوں کے باہمی مبادلات کی کمی بیشیاں متاثر ہوتی ہیں۔ 16

دراصل یہ تمسکات گویا چند اشیاء تجارت ہیں جن کی امریکہ سے انگلستان میں درآمد ہوتی ہے۔ اور جن کا بوقت درآمد مبادلات پر بالکل وہی اثر پڑتا ہے جو امریکہ سے آنے والی روئی کا۔ لیکن جب انہی تمسکات کو امریکہ واپس بھجوانے کا وقت آپہنچتا ہے (اس سے قبل نہیں) تو پھر مبادلات پر ان کا بالکل برعکس اثر پڑتا ہے۔ گویا یوں سمجھنا چاہیے کہ اگر یہی روئی مانچسٹر کے کپڑے کی شکل میں امریکہ کو واپس بھیجی جائے تو مبادلات پر جو اثر پڑے گا، وہی ان تمسکات کی واپسی سے بھی پڑتا ہے۔ اس سے زیادہ ان تمسکات کا مبادلات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور نہ ان کی وجہ سے کوئی ایسے مطالبات درپیش ہوتے ہیں جو فی الفور ادا شدنی ہوں۔ لہذا وہ ان قرضوں میں مجرا نہیں کئے جا سکتے جو امریکہ سے روئی اور غلہ خریدنے کی وجہ سے انگلستان پر عائد ہوتے ہیں اور جن کا فوراً ادا کر دینا ضروری ہے۔ چنانچہ ممکن ہے کہ ایک طرف تو توازن تجارت سراسر انگلستان کے خلاف ہو اور دوسری طرف اہل انگلستان کے پاس امریکہ کے تمسکات کی مقدار اس توازن سے بے انتہا زیادہ ہو۔

17 ادائی سود کی غرض سے ان تمسکات کے ساتھ جو کوپن منسلک کر دئیے جاتے ہیں، ان کی حالت بالکل جداگانہ ہے۔ سود قومی قرضداری کی ایک مدامی اور نہایت اہم خصوصیت

ہے۔ قرض گیر ملک پر اس کی فوری ادائی لازم ہوتی ہے اور اس کا فائدہ بیرونی قرض خواہ کو پہنچتا ہے۔ جس ملک کو ہر سال سود کی بابتہ کثیر رقمیں باہر بھیجنا پڑتی ہیں، لازم ہے کہ اسی مناسبت سے یا تو وہاں بیرونی سامان کی کم درآمد ہو، یا ملکی مال کی برآمد میں اضافہ ہو۔ اس کے برعکس اگر کسی دولتمند ملک کو دوسری اقوام سے سود وصول کرنے کے باعث ہر سال کافی مقدار میں آمدنی حاصل ہوتی ہے تو وہ اس آمدنی کے تناسب سے بہ مقابل اپنے مال کی برآمد کے غیر ممالک کے سامان کی درآمد میں اضافہ کر سکتا ہے۔ سود کی بدولت اس کو جس قدر آمدنی حاصل ہوگی، وہ اس کے زائد اخراجات کی ادائی میں مجرا ہو جائے گی۔

انگلستان ادائی سود کی بابتہ بیرونی ممالک سے ہر سال بڑی بڑی رقمیں وصول کرتا ہے جن کی بدولت اس کے مخالف توازن میں بہت بڑی تخفیف ہو جاتی ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ باوجود اس قدر کثیر برآمد کے توازن تجارت تقریباً ہمیشہ انگلستان کے خلاف رہتا ہے۔ انگلستان دوسرے ممالک کو جس قدر قرضے عطا کرتا ہے، ان کا فوری اثر تو یہ ہوتا ہے کہ خود اس کی قرضداری میں اضافہ ہو جاتا ہے لیکن سود کی بابتہ اس کو آئندہ جو سالانہ آمدنی حاصل ہوتی ہے اس کی بدولت اس قرضداری کی مقدار گھٹتی جاتی ہے۔

قوموں کی باہمی قرضداری پر سود کا جو اثر پڑتا ہے اس کی ابھی تشریح کی جا چکی ہے۔ منافع اور کمیشن کا اثر بھی بالکل اسی کے مشابہ ہے۔ مختلف ممالک کے تاجر جس قدر کرایہ کماتے ہیں، وہ سب اسی منافع میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ جب ایک قوم دوسری اقوام کے مال و سامان یا افراد کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچاتی ہے تو اس خدمت کے معاوضہ میں دوسری اقوام پر اس کے کچھ مطالبات قائم ہو جاتے ہیں جن سے وہ اپنی اشیاء درآمد کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ جہاں تک مبادلات خارجہ کا تعلق ہے نقل و حمل کی اجرت کا بالکل وہی اثر پڑتا ہے جو کسی مادی چیز کی قیمت کا جو ملک میں پیدا ہوتی اور باہر روانہ کی جاتی ہے۔ اگر کسی ملک کو دنیا کی جہازرانی کا اجارہ حاصل ہو جائے تو پھر اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنی اشیائے باحتیاج کے معاوضہ میں دوسرے ممالک کو پیداوار خام یا مصنوعات ہی روانہ کرے۔ بلکہ وہ محض ان ممالک کے مال و سامان اور باشندوں کو جگہ بجگہ منتقل کر کے اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی قوم اپنے مخصوص موافق حالات کی بدولت دوسری اقوام سے ہر قسم کے کمیشن اور خراج وصول کر کے انھیں اپنا قرضدار بنائے اور اس طرح

18

اپنے لئے آمدنی کا ایک ذریعہ پیدا کرے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح جو آمدنی حاصل ہوگی وہ اپنی نوعیت میں
بالکل اُس آمدنی کے مشابہ ہوگی جو سود، کرایہ جہازات، یا اشیاء برآمد کی قیمت سے حاصل ہوتی ہے۔
انگلستان کی طرح جو ملک دوسرے ممالک کے باہمی کاروبار کی انجام دہی میں اسی وساطت سے
مدد دے سکتا ہے وہ بحیثیت ایک بڑے تجارتی اور مالی مرکز کے ہر کاروبار پر کچھ خفیف سا کمیشن
یا منافع اپنے لئے محفوظ کر کے آمدنی کی ایک کثیر مقدار حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ زمانہ میں لندن
کا شہر یورپ کے تمام بازارات کے لئے ایک بہت بڑی تجارت گاہ تھا۔ یورپ کے اکثر 19
ممالک اور ہندوستان یا امریکہ کے درمیان براہ راست کسی قسم کے تجارتی تعلقات قائم نہیں
تھے۔ روئی، کافی، شکر، چائے، ملک مشرقی اور مغربی جزائر ہند کی تمام پیداواروں کی بہم رسانی
کا انحصار محض انگریز تاجروں پر تھا جو اپنی اس توسط کا معاوضہ کمیشن اور منافع کی شکل میں وصول کرتے
تھے۔ ظاہر ہے کہ اس معاوضہ کی مقدار بہت کثیر ہوتی ہوگی اور یہ ذریعہ آمدنی قوم کے خارجی
وسائل کا ایک نہایت ہی اہم جزو تصور کیا جاتا ہوگا۔ لیکن زمانہ موجودہ کا رجحان یہ ہے کہ دولت
پیدا اور صرف کرنے والے روز بروز ایک دوسرے سے قریب تر ہو رہے ہیں۔ ان میں براہ راست
تعلقات قائم ہوتے جاتے ہیں اور درمیانی اشخاص اور درمیانی منافع میں آئے دن تخفیف ہو رہی
ہے۔ اسی رجحان کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ یورپ کے خریداروں اور ان پیدا کرنے والوں کے درمیان
جو ہندوستان میں بسے یا بحر اٹلانٹک کی دوسری جانب آباد ہیں، راست تجارتی تعلقات بڑھتے
جارہے ہیں۔ چنانچہ آجکل یورپ کے تجار اور یورپ کی تجارتی کمپنیاں بازار لندن کی وساطت سے
آزاد ہو کر اپنے ملک کی درآمد کا مال و سامان پیدا کرنے والے ممالک سے براہ راست
خود لے آتی ہیں۔ لیکن گو ان ممالک نے اپنے آپ کو بازار لندن کی وساطت سے آزاد کر لیا ہے
تاہم لندن کی مالی سہولتوں سے وہ ابھی قطعاً مستغنی نہیں ہو سکے۔ دنیا کا تقریباً ہر ایک ملک انگریز
اصلداروں کو ابھی تک کچھ نہ کچھ سود اور کمیشن ادا کرتا ہے جو یقیناً انگلستان کی آمدنی کا ایک نمایاں
جزو ہوتے ہیں، اور جن کے ذریعہ وہ اپنی کثیر خارجی ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کرتا ہے۔

بیرونی ممالک میں سیاحت کرنے یا سکونت پذیر ہونے سے جو اخراجات لاحق ہوتے ہیں،
ان کی طرف سرسری طور پر اشارہ کیا گیا تھا۔ اس قسم کے اخراجات اور ان کے اثر کی بہترین
مثال روس کی حالت پر نظر ڈالنے سے ہمیں دستیاب ہوتی ہے۔ روس کے دولتمند امرا کا لاکھوں 20
روپیہ ہر سال بیرونی ممالک کی سکونت یا سیاحت میں خرچ ہوتا ہے اور اس بنا پر روس سے

جو اصل وصول کیا جاتا ہے وہ اس کے توازن تجارت کے خلاف ٹھیک اس طرح اثر کرتا ہے کہ گویا روس میں خارجی مال کی درآمد پر اس کو صرف کیا گیا ہے۔ سیاح شہزادے اپنے سنٹ پیٹرزبرگ کے بنک داروں کے نام ہنڈیاں لکھتے ہیں اور ان کا مبادلات خارجہ پر بالکل وہی اثر پڑتا ہے جو کسی اور قسم کی ہنڈیوں کا۔ مثلاً فرانس سے شیمپین شراب سینٹ پیٹرزبرگ کو روانہ کی جاتی ہے اور اس بنا پر آخرالذکر شہر کے خلاف ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں۔ جہاں تک مبادلات خارجہ کا تعلق ہے ان ہنڈیوں میں اور روسی شہزادوں کی لکھی ہوئی ہنڈیوں میں مطلق کوئی فرق نہیں ہے۔ بیرونی ممالک میں سیاحت کرنے سے ملک کو جو اخراجات لاحق ہوتے ہیں روس کا ملک اُن سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ ایک تو اسلئے کہ وہاں ایسے لوگوں کی تعداد ہی بہت زیادہ ہے جو بیرونی ممالک میں سیاحت کی غرض سے جاتے ہیں، دوسرے اس لئے کہ روس کا میلان بمقابل پیدائش کے صرف کی طرف بہت زیادہ ہے۔

ان کے علاوہ اور کثیر التعداد بین الاقوامی کاروبار اس بات کے مستحق ہیں کہ اگر توازنِ تجارت کے اسباب کی کوئی مکمل فہرست بنائی جائے تو اس میں ان کا بھی شمار ہو مثلاً محاصل درآمد بار برداری اور اسی قسم کے دوسرے سرکاری محاصل لیکن اس وقت جو مضمون ہمارے زیر غور ہے اس سے ان کاروبار کو کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ بجائے خود معاشیات کے جداگانہ مباحث ہیں۔ دور دراز علاقوں میں فوجوں کو آراستہ پیراستہ رکھنے اور بالخصوص غیر مقامات پر جنگی جہاز تیار رکھنے میں جو متواتر اخراجات لاحق ہوتے ہیں، بین الاقوامی قرضداری میں ان کی بھی کافی اہمیت ہے۔ لہذا انھیں بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔

لیکن بین الاقوامی قرضداری کے اہم اجزا کی جو تشریح اوپر کی جاچکی ہے وہ ہمارے موجودہ اغراض کے لئے کافی ہے، دو قوموں کے باہمی کاروبار اور ان کے آخری توازن کا اندازہ کرنے کے لئے جن جن امور کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے، مذکورہ بالا تشریح کی بدولت ہم ان سب کا ایک سادہ خاکہ اپنے ذہن نشین کر سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سب سے پہلا اور اہم ترین جز تو حقیقی معنی میں وہی اشیا درآمد و برآمد کی مقداریں ہیں۔ لیکن ان معاملات کا عملدرآمد اس قدر بدیہی اور عام فہم ہے کہ اس حصہ مضمون پر زیادہ تفصیل کے ساتھ بحث کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ لیکن ہم یہ بتا چکے ہیں کہ کاروبار برآمد و درآمد کے علاوہ اور بھی مختلف طریقوں سے قومیں ایک دوسرے کی خاطر اخراجات برداشت کرتی ہیں جن کا حال معلوم کرنا ضروری ہے چنانچہ

21

قومی وصول خرچی کی مختلف صورتیں مثلاً غیر ممالک کو مالی امداد دینا یا قرضے عطا کرنا اور مصارف کثیر کے ساتھ بڑی بڑی فوجیں بیرونِ ملک تیار رکھنا، نیز انفرادی فضول خرچی مثلاً ضرورت سے زیادہ سیر و سیاحت کرنا، یا غیر ممالک میں سکونت پذیر ہونا، یا بیرونی صرافوں کے تخمینی کاروبار میں حصہ لینا، یہ تمام انھی اخراجات میں شامل ہیں۔ دوسری طرف قومی کمائی کا اندازہ کرنا بھی ضروری ہے، مثلاً دوسرے ممالک سے خواہ بہ طیب خاطر یا ان کے خلافِ مرضی خراج حاصل کرنا۔ ساتھ ہی افراد کی حوصلہ مندی کا بھی لحاظ کرنا چاہیے جن کے اصل، جن کی جد و جہد اور جن کی فوقیت کی بدولت ملک کو بین الاقوامی تجارت کے فوائد کا اکثر حصہ حاصل ہو جاتا ہے۔

22

غرض واقعات کی پیچیدگی کی وجہ سے دو ملکوں کی باہمی قرضداری کا صحیح اندازہ کرنا ایک نہایت مشکل کام ہے۔ تاہم ہمیں امید ہے کہ مذکورہ بالا مشاہدات کے ملاحظہ کے بعد عام ناظرین پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ کس اصول کے مطابق توازن قائم کرنا چاہیے اور کس قسم کے واقعات کی خاص طور پر تلاش اور تحقیق کرنا چاہیے۔

تیسرا باب

بین الاقوامی قرضداری بالآخر جن ہنڈیوں کی صورت اختیار کرتی ہے انکی تحقیق

23 یہ معلوم کرنے کے بعد کہ کن مختلف طریقوں سے قومیں ایک دوسرے کی قرضدار بنتی ہیں، یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ یہ قرضے اور مطالبات کس طرح طے پاتے ہیں اور کن ذریعوں کے توسط سے ان کا تصفیہ کیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ اکثر بین الاقوامی کاروبار خارجی ہنڈیوں کے ذریعہ قرضوں کو منتقل کر کے طے کئے جاتے ہیں۔ لہذا اگر عام ناظرین کی سہولت کے خیال سے اس حصہ مضمون پر کچھ اظہار رائے کریں تو چنداں نامناسب نہو گا کیونکہ عام ناظرین کو اس بات کا کوئی موقع نہیں ملتا کہ بذات خود ان ہنڈیوں کو دیکھیں بھالیں اور انکی تحقیق کریں۔ اور نہ وہ مطالعہ کر کے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ان ہنڈیوں کی مختلف قسمیں کیا ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی کیا خصوصیات ہیں۔

24 مبادلات خارجہ کے نقطہ نظر سے ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ مختلف قوموں کے درمیان قرضے کے جس قدر کاروبار ہوئے ہیں ان کے طے پانے کا وقت آپہنچا ہے۔ کاروبار کا عام دستور تو یہ ہے کہ پہلے اعتبار پر قرضہ دیدیا جاتا ہے اور اس کے بعد ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں یا تصفیہ طلب حسابات کو بیباق کرنے کے لئے رقمیں روانہ کی جاتی ہیں۔ لیکن فی الوقت ہمیں اس واقعہ سے براہ راست کوئی سروکار نہیں ہے گو مبادلات خارجہ کی بحث اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کی طرف اشارہ نہ کیا جائے جس طرح طلب و رسد کے معاملات میں موجودہ رسد ہی کی اہمیت نہیں ہے

ملک لوگوں کو اس بات کا علم ہو جانا کافی ہے کہ رسد میں غیر محدود اضافہ کیا جا سکتا ہے، اسی طرح مبادلات پر اثر ڈالنے کے لئے اس بات کا علم ہی ایک حد تک بہت کافی ہے کہ فلاں ملک سے اس قدر رقم وصول طلب ہے، جو بطور قرض کے بالفعل چھوڑ دی گئی ہے اور جو بالآخر اس سے حاصل کرلی جائے گی۔ لیکن فی الوقت ہمیں جس چیز سے سروکار ہے، وہ ان قرضوں کی ادائی ہے جن کے تصفیہ کا وقت آپہنچا ہے۔

جب اس تصفیہ کا وقت آپہنچتا ہے تو جہاں تک ممکن ہو سکے، مختلف ممالک کے باہمی قرضوں کو ہنڈیوں کی صورت میں بدل دیتے ہیں۔ جب کبھی کسی ملک کے قرضوں کی مقدار 25 اس کے مطالبات کے مساوی ہوتی ہے تو تصفیہ کے لئے ہمیشہ یہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ حسابات بے باق کرنے میں جس حد تک سونا یا چاندی روانہ کرنے کے مصارف اور خطرات سے بچنا ممکن ہوگا، اس حد تک لازمی طور پر ہنڈیاں استعمال کی جائیں گی۔ بیرونی ملک کے قرض خواہ اس کے قرضداروں سے براہ راست یہاں تصفیہ کریں گے اور وہاں جو لوگ علی الترتیب قرضدار اور قرض خواہ ہوں گے، وہ اس تصفیہ کی بنا پر آپس میں حسابات بے باق کردیں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کسی ایک جانب مطالبات ختم ہو جائیں یعنی واجب الادا قرضے موجود ہوں لیکن ان کو بے باق کرنے کے لئے مساوی مطالبات میسر ہوں تو ایسی صورت میں قرضے کیونکر ادا ہو سکتے ہیں؟ آگے چلکر معلوم ہوگا کہ بعض مصنوعی انتظامات کی بدولت ایسے باقی ماندہ قرضوں کا بھی کچھ حصہ کم از کم وقتی طور پر، ہنڈیوں کے ذریعہ ادا ہو سکتا ہے۔ لیکن بالفعل ہمیں اس پیچیدہ مسئلہ کو آئندہ کے لئے ملتوی کر دینا چاہئے۔ اور سب سے پہلے ان خارجی ہنڈیوں پر غور کرنا چاہئے جو حقیقی قرضوں اور مطالبات پر مبنی ہوتی، اور ایک ایسے مبادلہ کا پتا دیتی ہیں جو اس ہنڈی لکھنے والے یا فروشندہ اور خریدار کے درمیان وقوع پذیر ہو چکا ہے۔ اول الذکر کو اپنے خارجی قرضدار کے خلاف جو مطالبہ حاصل ہے، اس کو وہ فروشندہ کے ہاتھ منتقل کر دیتا ہے اور اس سے فوراً اپنی رقم وصول کر لیتا ہے۔ خریدار جو خود کسی اور بیرونی شخص کا قرضدار ہے، اپنے قرضہ کی ادائی میں اس ہنڈی کو اس کے پاس روانہ کر دیتا ہے۔

26 جو لوگ ہنڈیوں کا حال معلوم کرنے میں مشتاق ہوتے ہیں، وہ اکثر خارجی ہنڈیوں کو دیکھتے ہی یہ پتا لگا لیتے ہیں کہ ان کی نوعیت کیا ہے اور وہ کیونکر ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ ہنڈیوں کے بڑے بڑے متفرق پارسلوں کا بغور مطالعہ کرنے سے بین الاقوامی کاروبار کی عام حالت اور اس زمانے کی وقتی

خصوصیات، دونوں کے متعلق بہت کچھ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ ان پارسلوں میں قسم قسم کی ہنڈیاں نظر آئیں گی جو بین الاقوامی قرضداری کے ان مختلف اسباب کا نتیجہ ہونگی جن کی ہم اوپر تشریح کر چکے ہیں۔ زیادہ حصہ تو ان ہنڈیوں کا ہوگا جو برآمد پیداوار کا نتیجہ ہیں، بالخصوص ان ممالک کے درمیان جو ایک دوسرے سے بہت دور واقع ہوتے ہیں اور جن کے باہمی کاروبار نسبتاً سیدھے سادے ہوتے ہیں لیکن جو ممالک ایک دوسرے سے قرب اور تعلقات ہمسایگی کی زنجیروں میں جکڑے ہوتے ہیں، ان کے باہمی کاروبار اسی نسبت سے مختلف قسم کے اور پیچیدہ ہوتے ہیں اور انکی ہنڈیاں بھی اسی قسم کے کاروبار کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ انگلستان اور یورپ کے دوسرے ممالک کے درمیان جس قدر ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں، ان میں سے اکثر و بیشتر بیرونی باشندوں کی سکونت یا سیر و تفریح کے اخراجات یا تقسیم منافع کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ بیشمار ہنڈیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی بنیاد تمسکات کی خرید و فروخت پر ہوتی ہے اور ایک بہت بڑی تعداد اُن ہنڈیوں کی بھی ہوتی ہے جن کا مقصد اصل کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کرنا ہوتا ہے، تاکہ وہ کسی سرکاری قرضہ کی فراہمی میں شریک کیا جائے یا کسی مشترک سرمایہ دار کاروبار میں لگایا جائے۔ ایسا شاید ہی کوئی بیرونی قرضہ ہو جس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہنڈیاں جاری ہوتی ہوں۔ جب کبھی کسی قرض گیر ملک پر اس کے عام تجارتی کاروبار کی وجہ سے کچھ رقم واجب الادا ہوگی تو ظاہر ہے کہ وہ قرض دہندہ ملک کے خلاف ہنڈیاں لکھکر نہایت آسانی کے ساتھ اس رقم کو ادا کرسکتا ہے۔ لوگ نہایت شوق کے ساتھ فوراً ان ہنڈیوں کو خریدلیں گے تاکہ انھیں بیرونی قرض خواہوں کے پاس روانہ کردیں۔ اس کے برعکس حالت میں جبکہ کوئی تصفیہ طلب یا واجب الادا رقم موجود ہی نہو تو قرضہ بالعموم سونے یا چاندی کی شکل میں حاصل کیا جائے گا۔ 27

ہنڈیوں کا کوئی پارسل اٹھایئے، اس میں کچھ ہنڈیاں ایسی ضرور ہونگی جو واجب الادا کرایۂ جہازرانی کی بنا پر لکھی گئی ہیں۔ چنانچہ یہ مد اُن ممالک میں خاص طور پر اہم ہوتی ہے، جہاں قدرتی پیداواریں بہت کم ہوتی ہیں اور جن کا کاروبار جہازرانی بہت وسیع ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر سویڈن یا ناروے کی حالت کو دیکھیے۔ جب ان ممالک کو باہر رقم روانہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، تو بجز دو قسم کی ہنڈیوں کے کسی اور قسم کی ہنڈی انھیں بہ مشکل میسر ہوتی ہے۔ یا تو ان کے پاس وہ ہنڈیاں ہوتی ہیں جو ان کی خاص پیداوار یعنی لکڑی کے برآمد کے باعث لکھی جاتی ہیں، یا وہ جو ان کے جہازوں کی کمائی پر مبنی ہوتی ہیں۔ "مسلمہ درجہ اول کی ہنڈیوں" کے ذریعہ رقم ادا کرنے میں انھیں سخت دقتیں

پیش آتی ہیں، لہٰذا وہ بیرونی ممالک سے حسب دلخواہ درآمد حاصل نہیں کر سکتے۔ اسی طرح بالعموم ہر ملک
28
کی ہنڈیوں میں ایک نہ ایک خاص بات موجود ہوتی ہے جو صرف اسی کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے مثلاً
مشرقی جزائر ہند اور چین سے زیادہ تر جن چیزوں کی برآمد ہوتی ہے، وہ نہایت قیمتی ہوتی ہیں۔
مزید برآں چونکہ اس قسم کی قیمتی چیزوں کو بازار میں لانے کے لئے اصل کی بڑی مقدار درکار ہوتی
ہے، لہٰذا ان ممالک کے کاروبار زیادہ تر صرف دولتمند خاندانوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔
نتیجہ یہ ہے کہ یہاں کی ہنڈیاں ایک تو بہت بڑی بڑی رقموں کی ہوتی ہیں، دوسرے وہ ان کمپنیوں
کے نام لکھی جاتی ہیں جن کا شمار یورپ کی درجہ اول کی کمپنیوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ان ممالک میں
دس دس ہزار پونڈ کی ہنڈیاں بہت عام ہیں، اور وہ اپنی نوعیت میں بالعموم بہت اعلیٰ درجہ
کی ہوتی ہیں۔ غرض ایک تو یہ ممالک بہت دور واقع ہوئے ہیں، دوسرے یہ کہ اس بعد کی وجہ سے
ہنڈی کے خریدار کو ایک طویل عرصہ تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اسی بنا پر یہ بات بہت اہم ہے کہ
ان ہنڈیوں میں سخت احتیاط برتی جائے اور جن لوگوں کے نام وہ لکھی جائیں، ان کی کاروباری
دنیا میں کافی شہرت ہو۔ برخلاف اس کے جو ہنڈیاں یورپ کے دوسرے ممالک سے یہاں آتی
ہیں، وہ اپنی نوعیت میں ان ہنڈیوں سے بالعموم بہت مختلف ہوتی ہیں۔ کاروبار کی کثرت اور
ذرائع آمد و رفت کی سہولت کے باعث ان کی شکلیں قسم قسم کی، اور ان کی مقداریں نسبتاً بہت
چھوٹی ہوتی ہیں۔ وہ نہ صرف تاجروں اور بنکداروں کے بڑے بڑے کاروبار کا نتیجہ ہیں، بلکہ اُن
چھوٹے چھوٹے کاروبار کا بھی جو ہر روز بکثرت ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ یہاں کسی شخص کو
یورپ کے داخلی علاقوں سے دس یا بیس ہزار پونڈ کی رقم وقت واحد میں وصول طلب ہے۔ ایسی
29
صورت میں یہ رقم چھوٹی چھوٹی ہنڈیوں کی ایک کثیر تعداد پر مشتمل ہوگی۔ ان میں کچھ تو ایسی ہنڈیاں ہونگی جو مویشیوں
کی درآمد کی وجہ سے لکھی گئی ہیں، کچھ وہ جو انڈوں اور مکھن کی وجہ سے، کچھ وہ جو سیاح
انگریزوں نے اپنے لندن کے بنک داروں کے نام روانہ کی ہیں، کچھ وہ جو جرمنی کے کھلونے، فرانس
کے چھوٹے بٹے، شراب، میوے اور ترکاریوں کی بنا پر لکھی گئی ہیں۔ اور چونکہ یہ کاروبار زیادہ تر
خوردہ فروشی کے طور پر چلائے جاتے ہیں، لہٰذا یہ سب کی سب ہنڈیاں باقاعدہ مسلمہ تاجروں کے نام پر نہیں ہوتیں بلکہ
ان میں سے اکثر ایسے اشخاص کے نام پر لکھی ہوتی ہیں جنھیں کسی خاص طبقہ میں شامل کرنا کسی قدر مشکل
ہے۔ بعض تو ان میں سے ادنیٰ درجہ کے کم حیثیت تاجر ہوتے ہیں اور بعض محض گماشتے ہوتے ہیں،
جنھوں نے جرمنی کے کارخانہ داروں کو کسی طرح اس بات پر راضی کر لیا ہے کہ وہ ان پر

اعتبار کر کے اپنا مال و سامان ان کے حوالہ کر دیں۔ اکثر ہنڈیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو بیرونی ممالک کے کم حیثیت کاروبار والوں نے لندن کے بازاروں میں قسمت آزمائی کرنے کے لئے اپنی شاخوں کے نام روانہ کی ہیں۔ متعدد ہنڈیاں دکانداروں، سوزن کاروں اور اور اشخاص کے نام پر لکھی ہوتی ہیں، جنھیں قطعاً تجارت پیشہ جماعت میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ غرض ہر ایسا طبقہ جسے اپنے کاروبار کی بدولت، خارجی اشیاء سے ذرا بھی تعلق ہوتا ہے، اس کے نام یورپ کے داخلی ممالک سے ہنڈیاں لکھی چلی آتی ہیں۔

امریکہ کی ہنڈیاں بھی بعض لحاظ سے مشرقی جزائر ہند کی ہنڈیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ ان کی بنیاد بالعموم روئی پر ہوتی ہے، جس کی تھوڑی سی مقدار کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہنڈیاں بھی بڑی رقموں میں لکھی جاتی ہیں اور بڑے بڑے تجارتی کاروبار کا نتیجہ ہوتی ہیں لیکن اس قدر فرق ضرور ہے کہ ریاستہائے متحدہ اور لیورپول کے درمیان جس قدر تجارت ہوتی ہے، وہ بمقابل انگلستان و ہندوستان کی تجارت کے کہیں زیادہ سرعت اور آسانی کے ساتھ چلتی ہے۔ مزید برآں روئی کے تاجروں کو، عام ازیں کہ وہ اس کی درآمد کرنے ہوں یا برآمد، بغیر اصل کے اپنا کاروبار جاری رکھنے میں خاص خاص سہولتیں حاصل ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس فرق کا نتیجہ یہ ہے کہ امریکہ کی ہنڈیوں میں جہاں بہت سی درجہ اول کی ہنڈیاں موجود ہوتی ہیں، وہیں اکثر ہنڈیاں ایسی بھی نظر آتی ہیں جو غیر معروف کمپنیوں کے نام لکھی ہوتی ہیں۔ اور یہ کمپنیاں بسا اوقات اس قدر کم حیثیت ہوتی ہیں کہ بجز اس خاص پیداوار کے، جس کی بنا پر ان کے نام ہنڈیاں لکھی گئی ہیں، ان کے پاس اپنے معاہدوں کی تکمیل کا کوئی اور وسیلہ نہیں ہوتا۔

جن جن ہنڈیوں پر ہم نے اب تک غور کیا ہے ان کے متعلق ہم یہ فرض کرتے چلے آئے ہیں کہ وہ ہمیشہ براہ راست اور حقیقی کاروبار کا نتیجہ ہوتی ہیں لیکن خارجی ہنڈیاں ہمیشہ اسی طرح وجود پذیر نہیں ہوتیں بلکہ ان کی ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہوتی ہے جن کی غرض و غایت بالکل مختلف ہوتی ہے اور اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ جہاں تک مبادلات خارجہ ایسے راست اور حقیقی کاروبار سے جو اب تک ہمارے پیش نظر رہے ہیں متعلق ہوتے ہیں، انھیں سمجھ لینے میں مطلق کوئی پیچیدگی نہیں ہوتی پیچیدگیاں تو اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ کثیر التعداد ہنڈیاں ایسے بالواسطہ کاروبار کا نتیجہ ہوتی ہیں جن کا سمجھنا کسی قدر دشوار ہوتا ہے، اور ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد ایسی ہنڈیوں کی بھی ہوتی ہے جو در اصل کسی حقیقی کاروبار کا نتیجہ ہوتی ہیں اور نہ ان کے ذریعہ سے قوموں کی باہمی قرضداری کا تصفیہ ہوتا ہے بلکہ ان کا عمل جداگانہ اثر پڑتا ہے۔

سب سے پہلے ہمیں اُن خارجی ہنڈیوں کا حال معلوم کرنا چاہیئے جن سے کوئی ایسی قرضداری ظاہر نہیں ہوتی جس کا وجود ہنڈی قبولنے اور لکھنے والے کے درمیان عام طور پر فرض کر لیا جاتا ہے۔ یہ ہنڈیاں دراصل ایک ایسے قرضے کا نتیجہ ہوتی ہیں جو لکھنے والے کو ایک تیسرے فریق سے، جو ایک تیسرے ملک میں سکونت پذیر ہے، وصول طلب ہوتا ہے۔ قبولنے والے کا یہاں صرف اس قدر تعلق ہے کہ وہ اس قرضے کی ادائی کا ذریعہ بن جاتا ہے مثلاً چین سے نیویارک کو جو چائے روانہ کی جاتی ہے، اس کی قیمت ادا کرنے کا عام طریقہ یہ ہے کہ برآمد کرنے والا لندن کے کسی تاجر کے نام ہنڈی لکھتا ہے اور اس کو چین میں فروخت کر کے قیمت وصول کر لیتا ہے۔ قبولنے والا اس بات کا متوقع رہتا ہے کہ نیویارک میں چائے کی درآمد کرنیوالا یہ رقم اسے ادا کر دے گا۔

ہمیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ برخلاف دوسری ہنڈیوں کے، یہ ہنڈیاں ہنڈی لینے والے ملک کی قرضداری کو ظاہر نہیں کرتیں، کیونکہ قبولنے والا ملک، لکھنے والے ملک کو جس قدر رقم ادا کرتا ہے، ٹھیک اسی قدر رقم کا وہ ایک تیسرے ملک سے قرضخواہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ملک کی ذمہ داریوں کا تخمینہ کرتے وقت صرف یہ دیکھنا کافی نہیں ہے کہ اس کے خلاف کس قدر ہنڈیاں جاری ہیں بلکہ اس قسم کی قبولیتوں کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے ورنہ ہمارے تخمینوں کا غلطی سے مبرا ہونا غیر ممکن۔ اس قدر تو کم از کم ضرور معلوم کرنا چاہیئے کہ کس قدر ذمہ داریاں ذاتی ہیں اور کس قدر وہ جو دوسرے ممالک کی خاطر اپنے اوپر لی گئی ہیں۔ مثلاً فرض کرو کہ ہمیں انگلستان اور ریاستہائے متحدہ کی باہمی قرضداری کا اندازہ کرنا مقصود ہے۔ تحقیق کرنے سے یہ پتا ملتا ہے کہ ہمارے ہاں امریکہ کی مجموعی درآمد بمقابل ہماری برآمد کے زیادہ ہے (یہاں ہم درآمد کے الفاظ کو ان کے وسیع ترین معنی میں استعمال کرتے ہیں اور قرضداری کے ان تمام تفصیلی اسباب کو پیش نظر رکھتے ہیں جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے)۔ لہذا ضروری ہے کہ اپنی بقیہ ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے امریکہ کو سونا روانہ کریں۔ لیکن اس سے پہلے ہمیں ایک اور اہم جزو کا لحاظ کرنا چاہیئے اور یہ سوال کرنا چاہیئے کہ ریاستہائے متحدہ میں مشرقی ممالک سے کس قدر درآمد ہوئی ہے، امریکہ کی وجہ سے انگلستان کے خلاف کس قدر ہنڈیاں لکھی گئی ہیں اور ان کی بابت کس قدر رقم امریکہ پر واجب الادا ہے۔ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے بعد ان دونوں ملکوں کے باہمی توازن کے متعلق ممکن ہے کہ ایک بالکل جداگانہ نتیجہ برآمد ہو۔

انگلستان کی ہنڈیوں کے متعلق تو یہ بات خاص طور پر ضروری ہے کہ اس قسم کی بالواسطہ

ذمہ داریوں کو نظر انداز نہ کیا جائے کیونکہ ہماری مجموعی قبولیتوں کا ایک بہت بڑا حصہ اسی قسم کی ذمہ داریوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

جو لوگ ان مسائل سے ناآشنا ہوتے ہیں، وہ فوراً اس سبب کا پتا نہیں لگا سکتے جس کی بدولت اکثر ممالک ابھی تک اس بات پر مجبور ہیں کہ لندن کو اپنے بنک کے کاروبار کا مرکز قرار دیں۔ کیا وجہ ہے کہ مشرقی جزائر ہند سے جو لوگ اپنی پیداوار امریکہ روانہ کرتے ہیں، وہ بجائے نیو یارک کے لندن کے نام ہنڈی لکھتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ نیو آرلینز سے روئی برآمد کرنے والا جو روئی روس روانہ کرتا ہے اس کی بابت اپنی ہنڈی سینٹ پیٹرز برگ کے تاجر کے نام نہیں بلکہ لندن کے کسی تاجر کے نام لکھتا ہے۔ ایک جزئی سبب تو وہ قرضہ ہے جو لندن کے بنکدار عطا کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ لندن کے مالی اداروں کو نسبتاً زیادہ شہرت حاصل ہے۔ کرہ ارض کے تقریباً تمام علاقوں میں ان کا چرچا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے اداروں کے نام جو ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں ان کی خاص طور پر قدر کی جاتی ہے۔ امریکہ اور روس میں بھی مساوی دولتمند بنکدار موجود ہیں، لیکن وہ اس قدر مشہور و معروف نہیں اور اسی وجہ سے ان کے نام جو ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں انھیں وہ مقبولیت میسر نہیں ہوتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں محض ضمنی اسباب ہیں بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہ بجائے خود کسی اور اصلی سبب کا نتیجہ ہیں جس کی بدولت انگلستان دنیا میں بنک کے کاروبار کا سب سے بڑا مرکز بنا ہوا ہے۔ یہ اصلی سبب انگلستان کی وہ عظیم الشان اور نہ ختم ہونیوالی تجارت برآمد ہے جس کی بدولت دنیا کا کوئی ملک انگریزی مصنوعات سے خالی نظر نہیں آتا انگلستان کی مصنوعات دنیا کے ہر گوشے میں داخل ہوتی رہتی ہیں اور ہر ملک اس بات کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ سونا چاندی، خام پیداوار یا ہنڈیاں، غرض کسی نہ کسی شکل میں انگلستان کو ان چیزوں کی قیمت ادا کرے۔ اگر وہ اپنی پیداوار دوسرے ممالک کو روانہ کرے، تب بھی اس پیداوار کی بنا پر جو ہنڈیاں لکھی جائیں گی وہ تو یقیناً انگلستان ہی بھیجی جائیں گی۔ بالفاظ دیگر لندن کے بنکداروں کے نام لکھی ہوئی ہنڈیوں کی طلب ہمیشہ موجود ہوگی اور بمقابل دوسری ہنڈیوں کے انگریزی ہنڈیاں زیادہ فروخت ہوسکیں گی۔ ظاہر ہے کہ جس ملک کے ہاں روپیہ روانہ کرنیکی ضرورت ہی پیش نہ آئے، اس سے کسی قسم کا مبادلہ نہیں ہوسکتا۔ اور برعکس اس کے جہاں ہمیشہ رقم روانہ کرنے کی ضرورت لاحق ہو، وہاں فوراً مبادلہ قائم ہو جاتا ہے اور پھر کسی باہمی مرکز کا توسط درکار نہیں ہوتا۔ مثلاً انگلستان مشرقی ممالک کو کثیر مقدار میں مانچسٹر کا مال روانہ کرتا اور اس کے بدلے میں چائے

33

34

اور ریشم حاصل کرتا ہے لیکن فرض کرو کہ انگلستان کو جس قدر چائے اور ریشم درکار ہے، وہ قیمت میں اس مال و سامان سے کم ہے جس کی انگلستان سے برآمد ہوتی ہے۔ لہذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فاضل رقم کس طرح ادا کی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ اس کی ادائی حسب ذیل طریقے پر ہوتی ہے: امریکہ کے لوگ چین کو بہت کم مال روانہ کرتے ہیں لیکن خود اس سے کہیں زیادہ قیمت کی چائے اور ریشم چین والوں سے منگواتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اسی تناسب سے نیویارک پر چینیوں کے مطالبات قائم ہو جاتے ہیں۔ چینی ان مطالبات کو اپنے انگریز قرضخواہوں کے ہاتھ، جن کے وہ مقروض ہوتے ہیں، منتقل کر دیتے ہیں کیونکہ انھوں نے انگلستان کو جس قدر پیداوار روانہ کی تھی، اس سے زیادہ قیمت کا مال انگلستان سے منگوایا تھا۔ بالفاظ دیگر جو ہنڈیاں امریکہ کے حساب میں لکھی گئی ہیں، انکو وہ اپنے انگریز قرضخواہوں کے پاس روانہ کر دیتے ہیں یا امریکہ والوں کو یہ ہدایت کر دیتے ہیں کہ وہ اس قدر سونا انگلستان روانہ کر دیں۔ جو صورت اوپر بیان کی گئی ہے وہ محض بطور تمثیل کے ہے۔ اگر وہ خاص حالت مکمل طور پر صحیح نہ ہو تو اس کے عوض متعدد دوسری مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ غرض یہ خیال کہ انگلستان کی درآمد اس کی برآمد سے زیادہ ہے، ہمارے اس بیان کو غلط نہیں کر دیتا کیونکہ ہم نے جو صورت حال پیش کی ہے، وہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ انگلستان کی مصنوعات تمام دنیا میں منتشر ہوتی ہیں۔ دنیا کے تقریباً ہر ایک ملک سے انگلستان مال خریدتا ہے اور اس کو اپنا مال و سامان فروخت کرتا ہے۔ دوسرے ممالک کی حالت یہ ہے کہ اگر ا ب سے مال منگواتا ہے تو اپنی چیزیں ج کے پاس بھجواتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں جب تک کہ ب اور ج کے درمیان متواتر لین دین نہ ہو، ا ج کے نام ہنڈی لکھکر اس کے ذریعہ سے ب کا قرضہ ادا نہیں کر سکتا۔ لیکن ا، ب اور ج ان سب کو انگلستان کے ساتھ تجارتی تعلق ہے لہذا ا اپنی برآمد کے معاوضہ میں ج سے ایک مطالبہ جو انگلستان کے کسی تاجر کے نام لکھا ہو، حاصل کرکے اس کو ب کے حوالہ کر سکتا اور اپنے قرضے سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔ یا اس سے بھی زیادہ سلیس زبان میں یوں سمجھئے کہ ج انگلستان کے کسی تاجر کے نام ہنڈی لکھتا ہے اور اُسے اپنے قرضے کی ادائی میں ا کے پاس روانہ کر دیتا ہے۔ ا اپنے قرضے سے سبکدوش ہونے کے لئے اس ہنڈی کو ب کے پاس بھجواتا ہے۔ ب کو چونکہ انگلستان کے ساتھ ہمیشہ تجارتی تعلق رہتا ہے لہذا وہ آسانی کے ساتھ اس ہنڈی کو کام میں لا سکتا ہے۔

35

اس کے برعکس جب دو ملکوں کے درمیان اشیائے درآمد و برآمد کا باقاعدہ طور پر باہمی مبادلہ شروع ہو جاتا ہے تو وہاں فوراً مبادلہ قائم ہو جاتا ہے، جس کے ذریعے سے تمام کاروبار طے ہونے لگتے ہیں اور پھر انگلستان کے توسط کی کوئی ضرورت لاحق نہیں ہوتی چنانچہ اس صورت حال کی بھی متعدد مثالیں موجود ہیں مثلاً جاوا اور ہالینڈ، نیویارک اور بریمن، ریوجانیرو اور ہامبرگ۔ جس زمانے میں جرمنی بلحاظ اپنی برآمد کے انگلستان سے اب سے بہت زیادہ پیچھے تھا تو جو لوگ نیویارک سے تمباکو یا دوسری پیداوار بریمن روانہ کرتے تھے، وہ اس کی قیمت وصول کرنے کے لئے، بریمن کی بجائے انگلستان کے کسی تاجر کے نام ہنڈی لکھتے تھے۔ بریمن والے اپنی 36 اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے ہولسٹین کے مویشی فروشوں یا ممالک ادنیٰ کے مکھن برآمد کرنے والوں سے ہنڈیاں خریدتے اور انھیں انگلستان روانہ کر دیتے تھے۔ لیکن اب جرمنی کی مصنوعات اس قدر کثرت کے ساتھ ریاستہائے متحدہ میں داخل ہوتی ہیں کہ اگر بریمن کے تاجروں کے نام براہ راست ہنڈیاں لکھی جائیں تو ان کے خریدار ہمیشہ دستیاب ہونگے۔ یا اس سے زیادہ سادہ الفاظ میں یوں سمجھئے کہ جرمنی کو جو تمباکو اور روئی روانہ کی جاتی ہے، ان کی قیمت جرمن مصنوعات ہی کے ذریعے سے ادا ہو جاتی ہے اور کسی مزید توسط کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی لیکن اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مویشی یا مکھن کی بنا پر جو ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں، ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ ہنڈیاں بریمن میں اب بھی خریدی اور انگلستان روانہ کی جاتی ہیں لیکن اب اُن کے ذریعے سے وہی کاروبار طے نہیں ہوتے بلکہ ان سے دوسرے کاروبار کی انجام دہی میں کام لیا جاتا ہے مثلاً جرمنی اور بمبئی کے درمیان ابھی تک باقاعدہ طور پر ایسا باہمی لین دین شروع نہیں ہوا ہے جیسا کہ نیویارک اور جرمنی کے درمیان موجود ہے۔ بمبئی والے جرمنی سے ابھی بہت تھوڑا مال خریدتے ہیں۔ ان کا بہت زیادہ کاروبار ابھی تک انگلستان ہی کے ساتھ ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جب بمبئی کے تاجر یورپ کو براہ راست روئی روانہ کرتے ہیں تو وہ اپنی ہنڈیاں ابھی تک لندن ہی کے تاجروں کے نام لکھتے ہیں کیونکہ بریمن کی ہنڈیوں کے خریدار انھیں دستیاب نہیں ہوتے۔ غرض اس صورت میں معاملہ جو شکل اختیار کرتا ہے وہ یہ ہے کہ بمبئی والے اپنی لندن کے قرضخواہوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ اُن کے جرمن قرضداروں سے رقم وصول کریں۔ چنانچہ ان آخر الذکر اشخاص 37 کو انگلستان کی ہنڈیاں خریدنے کی اب بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے کیونکہ یہی ایک ایسا سہل ترین طریقہ ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنے بمبئی والے قرضخواہوں کی ہدایت کے بموجب انگلستان کے تاجروں

کے پاس رقم روانہ کر سکتے ہیں۔ غرض اگر خارجی ہنڈیوں کو احتیاط کے ساتھ تقسیم کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کا بہت بڑا حصہ اسی قسم کے بالواسطہ اور درمیانی، کہ براہ راست تصفیوں کا نتیجہ ہے۔ لندن کا توسط ان صورتوں میں صرف اس لئے نظر آتا ہے کہ بین الاقوامی کاروبار اکثر و بیشتر وہیں طے ہوتے ہیں، گویا وہی تمام دنیا کا حساب گھر ہے۔

اب اُن خارجی ہنڈیوں پر غور کرنا باقی ہے جو درحقیقت کسی تصفیہ طلب قرضداری کو ظاہر نہیں کرتیں، جو اصطلاح میں سادہ ہنڈیاں کہلاتی ہیں اور جن کے ذریعہ قیمت لینے والا لکھنے والے کو کوئی قرضہ ادا نہیں کرتا بلکہ اس کے برعکس جو لکھنے والا قیمت لینے والے کا قرضدار بن جاتا ہے۔ مبادلات خارجہ کے مسائل میں یہ ہنڈیاں جو جو کام انجام دیتی ہیں، وہ بہت کثیر اور غور و خوض کی مستحق ہیں۔ ان کا ایک حصہ تو اپنی نوعیت میں ان ہنڈیوں سے بہت کچھ مشابہ ہوتا ہے جو ملک کی اندرونی تجارت میں کاربرآری کی ہنڈیوں کے نام سے موسوم ہوتی ہیں۔ ایک ملک کے تاجر دوسرے ملک کے تاجروں یا بنکداروں کے نام یہ ہنڈیاں لکھتے ہیں تاکہ ان کی فروخت سے جو رقم وصول ہو، اُسے اس وقت تک استعمال کریں جب تک کہ وہ ہنڈیاں بازار میں چل سکیں۔ ان ہنڈیوں کے خریدار کاربرآری کی ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنے والوں کی بجائے ہوتے ہیں۔ اور یہ کاروبار اسی طرح اور بمقابل کاربرآری کی ہنڈیوں کے زیادہ سہولت کے ساتھ مدامی طور پر دہرائے جا سکتے ہیں۔ لیکن سادہ ہنڈیاں جو کسی حقیقی کاروبار کا نتیجہ نہیں ہوتیں ایک کام انجام دیتی ہیں جو عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا لیکن جو بسا اوقات بہت اہم اور مصلحت آمیز ہوتا ہے۔

کیا ضروری ہے کہ ہر ملک کی درآمد و برآمد ہمیشہ ایک ہی زمانے میں واقع ہو۔ بہت ممکن بلکہ اغلب ہے کہ برآمد کسی خاص مہینے میں ہوتی ہو اور درآمد کسی جداگانہ وقت پر۔ ایسی صورت میں نتیجہ یہ ہوگا کہ درآمد کی قیمت ادا کرنے اور برآمد کی قیمت وصول کرنے کے موسم ایک دوسرے سے منطبق نہیں ہوں گے۔ مثلاً فرض کرو کہ کسی ملک میں صرف غلہ اُگایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہاں بیرونی ممالک سے صرف اسی وقت آمدنی حاصل ہو سکتی ہے جبکہ فصل ختم ہو چکی ہو اور غلہ باہر روانہ کیا جا چکا ہو۔ تب کہیں جاکر جن جن ممالک کو غلہ روانہ کیا گیا ہے، ان کے نام اسی برآمد کی بنا پر ہنڈیاں لکھی جا سکیں گی۔ لیکن اسی اثنا میں فرض کرو کہ غلہ اُگانے والے ملک میں پڑوس کے ممالک سے مصنوعات کی سال بھر خوب درآمد ہوتی ہے جس کی ادائی کے لئے ان ممالک کے

38

نام ہنڈیاں بہت زیادہ مطلوب ہوتی ہیں۔ لیکن چونکہ ابھی غلہ تیار نہیں ہوا ہے لہذا غلے کی ہنڈیاں نہ لکھی جا سکتی ہیں اور نہ دستیاب ہو سکتی ہیں۔ ایسی صورت میں جب تک کہ کوئی اور ترکیب نہ نکالی جائے مصنوعات کی درآمد کرنے والے اس بات پر مجبور ہوں گے کہ تیاری فصل سے قبل وہ جس قدر مال منگوائیں، اس کے معاوضے میں سونا باہر روانہ کریں۔ بعد ازاں جب غلہ کی برآمد کرنے والے یہ دیکھیں گے کہ اُن کی ہنڈیاں فروخت نہیں ہو سکتیں کیونکہ مصنوعات کی درآمد کرنے والوں کو اب ان کی ضرورت باقی نہیں رہی تو وہ مجبوراً اپنے غلے کا معاوضہ باہر سے سونے کی شکل میں حاصل کریں گے۔ اس طرح دو دو مرتبہ سونا چاندی روانہ کرنے کے مصارف اور خطرات برداشت کرنے پڑیں گے اور پھر قلت زر کی وجہ سے جو دقتیں پیش آئیں گی، وہ علیحدہ۔ اور یہ سب کچھ صرف اس لئے کہ ایک ہی ملک کی درآمد و برآمد مختلف زمانوں میں واقع ہوتی ہے۔ یہ دقت بسا اوقات اس طرح رفع کی جاتی ہے کہ جس زمانے میں اصلی تجارتی ہنڈیاں جو حقیقی کاروبار کا نتیجہ ہوں، میسر نہیں ہوتیں تو ایک ملک کے بنکدار دوسرے ملک کے بنکداروں کے نام ہنڈیاں لکھ دیتے ہیں اور بعد ازاں جب وہاں کے ملک سے سامان باہر روانہ کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں تو وہ ان ہنڈیوں کو خرید کر اپنے قرضخواہوں کے پاس روانہ کر دیتے اور اُس ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتے ہیں جو ان کی لکھی ہوئی سادہ ہنڈیاں خریدنے والوں کی طرف سے ان پر عائد ہوئی تھی۔ اسی طرح درآمد کرنے والے جب دیکھتے ہیں کہ انھیں کوئی اور ہنڈیاں نہیں مل سکتیں تو وہ اس قسم کے بنکدار گھرانوں سے سادہ ہنڈیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ اسی طرح بعد ازاں جب برآمد کرنے والے یہ دیکھتے ہیں کہ تمام سامان درآمد کی قیمت ادا ہو چکی ہے اور ان کی ہنڈیوں کا کوئی خریدار نہیں ہے تو وہ اپنی ہنڈیاں انھی بنکداروں کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔ یہی مقصد بسا اوقات ایک اور ترکیب سے پورا کیا جاتا ہے۔ برآمد کرنے والے جن ممالک کو اپنا سامان بھجواتے یا جن لوگوں کے ہاتھ اُسے فروخت کرتے ہیں، اُن سے یہ اجازت حاصل کر لیتے ہیں کہ مال روانہ کرنے سے قبل اس کی بنا پر ہنڈیاں لکھ دیں۔ اس ترکیب کی بدولت وہ اپنی ہنڈیاں ایسے وقت پر فروخت کر سکتے ہیں، جبکہ ملک کے درآمد کرنے والے طبقے کو ان کی بہت زیادہ طلب ہوتی ہے اور وہ ان ہنڈیوں پر کچھ بڑھوتری ادا کرنے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں۔ ورنہ نتیجہ یہ ہوتا کہ برآمد کرنے والوں کو اس وقت تک انتظار کرنا پڑتا جب تک کہ ملک کی برآمد کا بہت سا حصہ باہر روانہ

نہ ہو لیتا اور جب ہنڈی لکھنے والوں کی کثرت تعداد کی وجہ سے بازار میں فروخت کے لئے ہنڈیاں بکثرت موجود ہوتیں اور لکھنے والوں کو مجبوراً ادنی قیمتوں پر قانع ہونا پڑتا۔ عدالت دیوالیہ نیز دوسرے اُن مقامات میں جہاں اس قسم کے کاروبار کی اہمیت لوگوں پر اچھی طرح واضح نہیں ہوتی ان سادہ یا بے بنیاد قرضوں کے خلاف بڑی بڑی شکایتیں کی جاتی ہیں۔ یعنی بالفاظ دیگر شکایت یہ ہوتی ہے کہ بیرونی ممالک کے لوگ ہنڈیاں لکھ بھیجتے ہیں حالانکہ درحقیقت اُس وقت کوئی تصفیہ طلب قرصداری موجود نہیں ہوتی۔ غالباً اس شکایت کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس قسم کی ہنڈیوں کو سمجھنے میں آسانی کے ساتھ دھوکا کھاتے اور انھیں کاروباری کی ہنڈیوں کے ساتھ مخلوط کر دیتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ جہاں کہیں عوام الناس کو اِن سادہ یا بے بنیاد قرضوں کے وجود سے واقف کرایا گیا، اس کا باعث ضرور کوئی نہ کوئی غیر معمولی آفت یا مصیبت تھی اور ان حالات میں ہنڈیوں کے کاروبار درحقیقت اس سبب سے کئے جاتے تھے کہ ان کے ذریعے سے مصنوعی طور پر اصل حاصل کر سکیں۔ لیکن ساتھ ہی ظاہر ہے کہ ان سادہ یا بے بنیاد قرضوں سے ایک بہت ہی مناسب و مفید کام بھی لیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ ان کے استعمال میں کافی احتیاط برتی جائے اور ان کی سخت نگرانی کی جائے۔ جو لوگ بین الاقوامی بنکداری کے تفصیلی کاروبار میں مہارت نہیں رکھتے انھیں مختلف قسم کی ہنڈیوں کا باہمی فرق سمجھنے میں کسی قدر دشواری ہوگی۔ ایک طرف تو وہ ہنڈیاں ہوتی ہیں جو باہمی کاروباری کا نتیجہ ہوتی ہیں جن کا صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ ایک مدت معینہ تک کام چلانے کے لئے انھیں، بلا کسی حقیقی کاروبار کے حسب ضرورت اصل میسر ہو جائے۔ دوسری طرف وہ ہنڈیاں ہیں جو فی الوقت کسی اصلی کاروبار کا نتیجہ نہیں ہوتیں لیکن جو آئندہ واقع ہونے والے کاروبار کی توقع پر لکھی جاتی ہیں اور جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ درآمد و برآمد کے مختلف موسموں کے درمیانی وقفے میں کام چلانے کے لئے روپیہ حاصل ہو جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیونکر خارجی ہنڈیوں کی ان مختلف قسموں میں امتیاز کیا جائے۔ گو عام لوگوں سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ آسانی کے ساتھ یہ امتیاز کریں گے تاہم یہ بات کچھ دائرہ امکان سے خارج نہیں ہے۔ جس طرح داخلی تجارت کے اندر بٹہ کاٹنے کا کاروبار کرنے والے یہ پہچان لیتے ہیں کہ کون کون سی ہنڈیاں اصلی ہیں اور کون کون سی مصنوعی، اسی طرح خارجی ہنڈیوں میں بھی یہ امتیاز ممکن ہے۔ ہم اس طریقے کو محض اس بنا پر

41

قابل نفرت نہیں قرار دے سکتے کیونکہ بسا اوقات اس کا بیجا استعمال کرتے ہیں۔ کم از کم اس وقت تک تو ہم اس کو برا نہیں کہہ سکتے جب تک کہ واضح طور پر یہ بات ثابت ہو جائے کہ اس کی وجہ سے جو جو برائیاں نمودار ہوتی ہیں، وہ بہ مقابل اس کے فوائد کے زیادہ ہیں۔

بہر حال فی الوقت اس تحقیق کی چنداں ضرورت نہیں کہ سادہ ہنڈیوں کے مفید اور مضر نتائج کیا ہیں یہاں تو صرف یہ جاننا کافی ہے کہ خارجی ہنڈیوں کی مجموعی مقدار کا ایک حصہ بہتہ اس قسم کی ہنڈیوں پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ کہ مبادلات خارجہ پر ان کا بہت اہم اثر پڑتا ہے۔ مبادلات خارجہ سے متعلق جس کتاب پر نظر ڈالیئے اس کا اصلی مبحث یہی خارجی ہنڈیاں ہوتی ہیں لہذا جب تک کہ ان ہنڈیوں کی حقیقت و خاصیت اور ان کی مختلف قسموں کے متعلق صحیح معلومات اور ان پر کافی عبور حاصل نہ ہو، اس وقت تک ان کی قیمتوں کے تغیرات کو اچھے طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔ لہذا گزشتہ تین باب ہم نے اسی مقصد کے لئے وقف کر دئے۔ سب سے پہلے تو ہم نے ان کاروبار کی ایک ابتدائی تحقیقات کی جن کی بدولت خارجی ہنڈیاں نمودار ہوتی ہیں۔ بعد ازاں ہم نے بین الاقوامی قرضداری کی، جن پر ان ہنڈیوں کا انحصار ہوتا ہے کسی قدر تفصیل کے ساتھ تشریح کی اور آخر میں ہم نے یہ معلوم کیا کہ جب یہ ہنڈیاں فی الحقیقت لکھی جاتی ہیں تو ان کی مختلف قسمیں اور ہر قسم کی خصوصیات کیا ہوتی ہیں۔ گویا ہم مواد اور مشین کی تحقیق تو کر چکے، اب خود کاروبار کا مطالعہ کرنا باقی ہے۔

چوتھا باب

خارجی ہنڈیوں کی قیمتوں میں جن مختلف عناصر قدر کی بدولت کمی بیشی نمودار ہوتی ہے انکی تفصیل

اس میں شک نہیں کہ خارجی ہنڈیوں کی خرید و فروخت دراصل ایک سیدھا سادہ کاروبار ہے جس کا مقصد قرضوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ منتقل کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے پہل یہ خیال ہمارے دماغ میں نہیں گزرتا کہ انکی قیمتوں میں کسی قسم کا تغیر و تبدل واقع ہو سکتا ہے۔ لیکن جونہی مبادلات خارجہ کا عملی کاروبار شروع ہوتا ہے اور مختلف ممالک کے باہمی حسابات طے ہونے لگتے ہیں تو یہ بات فوراً ہمارے پیش نظر ہو جاتی ہے کہ خارجی ہنڈیوں کی قیمت کبھی حالت سکون میں نہیں رہتی بلکہ اس میں ہمیشہ کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ اس باب میں ہمیں انہی اختلافات اور ان کے مختلف اسباب کی تحقیق کرنا مقصود ہے۔ اور گو اس میں شک نہیں کہ اختلافات قیمت کی ہر منفرد مثال ایک جداگانہ اور مخصوص تشریح کی محتاج ہوتی ہے تاہم چند عام اور صریح قوانین ایسے موجود ہیں جن کے مطابق اس قسم کے تمام اختلافات ظہور پذیر ہوتے ہیں اور جو علمی تشریح کے بھی قابل ہیں۔

جیسا کہ ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں اختلافات قیمت کا سب سے پہلا سبب اس وقت نمودار ہوتا ہے جب کہ بمقابل دوسرے ممالک کے کسی ملک کے مطالبات کی

44 مجموعی مقدار اس کی ذمہ داریوں کی مجموعی مقدار سے زیادہ یا کم ہوتی ہے۔ اول الذکر صورت میں ہنڈی لکھنے والوں کو (جنھیں ہم آئندہ سے بنظر اختصار برآمد والے کہا کرینگے۔ حالانکہ اس جماعت میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو بیرونی ممالک کے خلاف مطالبات رکھتے ہیں، عام اریں کہ وہ کسی قسم کے ہوں) ایسے لوگ کافی تعداد میں نہیں ملتے جو انکی تمام ہنڈیاں خریدلیں کیونکہ صرف وہی لوگ خریدیں گے جنھیں باہر کچھ قرضہ ادا کرنا ہو اور ہم یہ فرض کرچکے ہیں کہ ان قرضوں کی مقدار بمقابل مطالبات کے کم ہے پس ایسی صورت میں برآمد والوں کے درمیان ہنڈیوں کی فروخت کے لئے مسابقت شروع ہوجائے گی۔ ہر ایک اپنی اپنی ہنڈیاں فروخت کرنے کے لئے کوشش کرے گا اور اس غرض سے ان کی ظاہری قدر مساوات سے کم قیمت لینے پر آمادہ ہوجائیگا یعنی ان پر کچھ بٹہ ادا کرے گا۔ آخر الذکر صورت میں درآمد والی جماعت کو یعنی ان لوگوں کو جن کے ذمہ بیرونی اشخاص کے مطالبات واجب الادا ہوتے ہیں، ہمارے مفروضہ کے مطابق زیادہ رقمیں باہر بھجوانی پڑتی ہیں اور برآمد والوں کی طرف سے اسی قدر رقموں کی رسد بہم نہیں پہنچتی۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں درآمد کرنے والے ایک دوسرے سے مسابقت کرنے لگیں گے تاکہ انھیں حسب ضرورت ہنڈیاں دستیاب ہوجائیں جن سے وہ اپنا قرضہ ادا کرسکیں۔ اس غرض سے وہ نہ صرف ہنڈیوں کی قدر مساوات ادا کریں گے بلکہ ان پر کچھ بڑھوتری بھی دینے کے لئے آمادہ ہوجائیں گے۔ غرض دونوں صورتوں میں جس بات سے درآمد و برآمد والے بچنا چاہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ کہیں انھیں سونا منتقل کرنا اور اس کی وجہ سے جو نقصانات لاحق ہوتے ہیں، انھیں برداشت کرنا نہ پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جسقدر بڑھوتی یا بٹہ ادا کرلے کے لئے آمادہ ہوجاتے ہیں، اس کی کمی بیشی کا انحصار انھی نقصانات کی مقدار

45 پر ہوتا ہے۔ فرض کرو کہ درآمد والے پہلے سے یہ معلوم کرلیتے ہیں کہ جس قدر ہنڈیاں وہ فراہم کرسکیں گے، وہ ان کے جملہ قرضوں کی ادائی کے لئے کافی نہ ہونگی۔ وہ فوراً محسوس کرلیتے ہیں کہ کچھ ادا شدنی قرضے ایسے بچ رہیں گے جن کی ادائی کے لئے سونا بھجوانا پڑیگا۔ اب ہر شخص یہ کوشش کرتا ہے کہ یہ مصیبت اس کے حصہ میں نہ آئے اور اس غرض سے ہنڈی لکھنے والوں کو کچھ بڑھوتری دینے میں عجلت کرتا ہے بمقصد اس کا یہ ہوتا ہے کہ یہ تھوڑا سا ایثار کرکے اپنے آپکو اس سے زیادہ نقصان سے محفوظ رکھیں جو سونا روانہ کرنے میں کرایہ، بیمہ، اور سود کے مصارف کی بابتہ ہمیشہ لاحق ہوتا ہے۔ اب بڑھوتری کی مقدار ان مصارف کے اندر اندر بڑھ سکتی ہے نہیں بلکہ ان کے برابر ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اگر بڑھوتری اور مصارف بالکل برابر بھی ہوجائیں، تب بھی ہنڈی روانہ کرنے میں جو سہولت ہے، وہ سونا بھجوانے میں

میسر نہیں۔ غرض توازن تجارت کی بدولت بڑھوتری کی مقدار اس نقطہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اس کی برعکس صورت میں اگر برآمد والے یہ دیکھیں کہ ابھی ہنڈیاں فروخت نہیں ہو سکتیں اور انہیں مجبوراً اپنے بیرونی قرضداروں سے سونا منگوانا پڑیگا تو وہ اپنی ہنڈیاں بٹے پر فروخت کرنے کیلئے آمادہ ہو جائینگے تاکہ سونا منگوانے کے نقصان سے بچ سکیں۔ اب توازن تجارت کی بدولت بٹہ کی مقدار زیادہ سے زیادہ اس نقصان کے برابر ہو سکتی ہے اور کسی طرح اس سے بڑھ نہیں سکتی۔ ایک اور بات جو اس صورت میں کافی اہمیت رکھتی ہے، وہ یہ ہے کہ رقم حاصل کرنے میں کس قدر مدت لگے گی جبتک کہ برآمد والوں کو ان کی ہنڈیوں کے خریدار ملتے رہتے ہیں اس وقت تک تو انکو فوراً رقم مل سکتی ہے لیکن جب ہنڈیوں کی مزید فروخت بند ہو جاتی ہے تو پھر انہیں اپنے سامان برآمد کی قیمت اس وقت تک وصول نہیں ہو سکتی جب تک کہ باہر سے اسکے ہم قدر سونا ان کے پاس واپس نہ کیا جائے۔ لہذا ہر شخص تھوڑا سا ایثار کرنے کو تیار ہوتا ہے تاکہ ہنڈیوں کی طلب ختم ہونے اور ان پر بٹہ قائم ہونے سے پہلے وہ اپنی ہنڈیاں فروخت کردے لیکن اس بٹے کی مقدار کسی طرح ان مصارف سے زیادہ نہیں ہو سکتی جن کی طرف ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔ اگر ہم انہی نتائج کو حقیقی اعداد کی صورت میں پیش کریں تو وہ بکمال طور پر واضح ہو جائیں گے۔ بالخصوص اگر کوئی ایسی مثال دستیاب ہو جس میں زر مروجہ کے اختلافات کی وجہ سے ہنڈیوں کی قدر مساوات مخفی یا زیادہ پیچیدہ نہ ہو گئی ہو۔ جس زمانے میں نیو آرلین اور نیویارک ابھی ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کا زر مروجہ غیر بدل پذیر زر کاغذی کی خود مختارانہ اجرائیوں کی بدولت، ابھی منقسم اور درہم برہم نہیں ہوا تھا، اس وقت ان دونوں مقامات کے درمیان جو تجارتی تعلقات قائم تھے ان پر نظر ڈالنے سے ہمیں اپنے حسب منشا ایک نہایت ہی موزوں مثال دستیاب ہوتی ہے۔ ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ دونوں شہروں میں ایک ہی قسم کا زر رائج ہے۔ اب اگر کسی وقت نیویارک کے خلاف ہنڈیوں کی مقدار، جو نیو آرلین میں فروخت کے لئے موجود ہوں، ان رقوم کے مساوی ہو جو نیویارک کو نیو آرلین سے وصول طلب ہیں ۔۔۔ یعنی اگر دونوں شہروں کی قرضداری نقطۂ توازن پر پہنچ جائے ۔۔۔ تو ایسی صورت میں نیویارک پر او انشدنی سو ڈالر کی ایک درشنی ہنڈی کی قیمت ٹھیک سو ڈالر ہی ہوگی (واضح ہو کہ ہم سود کے اُس فرق کو ابھی نظر انداز کر دیتے ہیں جو اختلاف میعاد کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے)۔ لیکن اگر نیویارک کو جو رقم واجب الادا ہو وہ بمقابل نیو آرلین کے مطالبات کے زیادہ ہو تو ایسی صورت میں نیویارک کو رقم بھجوانے والے اشخاص ہنڈی لکھنے والوں کو جلدی سے کچھ بڑھوتری ادا کریں گے اور علاوہ سو ڈالر کے انہیں نصف ڈالر زیادہ دیں گے۔

کیونکہ خوف یہ ہے کہ اگر انھوں نے یہ ہنڈیاں حاصل نہ کیں تو وہ سونا روانہ کرنے پر مجبور ہوں گے اور اس حالت میں کرایہ اور بیمہ کی بابتہ انھیں فی صدی ڈیڑھ ڈالر زیادہ ادا کرنا پڑے گا۔ اب جس قدر ہنڈیوں کی تعداد ناکافی ہوگی اور جوں جوں ان کی رسد میں تخفیف ہوتی جائے گی، اسی قدر بڑھوتری کی مقدار بھی بتدریج بڑھتی جائے گی، یہاں تک کہ فروشندوں کو تقریباً ڈیڑھ ڈالر منافع ملنے لگے گا۔ ظاہر ہے کہ اب بڑھوتری کی شرح اس قدر زیادہ ہے کہ رقم بھجوانے والوں کو کسی خاص ذریعے کی پروا نہیں ہے۔ خواہ وہ اپنا قرضہ ہنڈیاں خرید کر ادا کریں یا سونا بھیجکر، ان کے لئے دونوں حالتیں ایک سی ہیں۔ ایسی صورت میں کچھ لوگ تو سونا بھجوانے لگیں گے اور دوسرے ہنڈیاں خریدیں گے۔ اسی اثنا میں نیویارک کو جو مزید رقم واجب الایصال تھی، اس میں سونے کی روانگی کی وجہ سے بتدریج تخفیف ہوتی جائے گی۔ برآمد والے یہ دیکھ کر کہ اب ان کی ہنڈیوں کے لئے لوگ پہلے کی طرح بے چین نہیں ہیں، فوراً اس تغیر کو محسوس کریں گے۔ اور بڑھوتری کی نسبتاً تھوڑی مقدار پر قانع ہو جائیں گے، تاکہ طلب کے مکمل طور پر ختم ہو جانے سے پہلے انھیں کچھ نہ کچھ منافع حاصل ہو جائے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہنڈیوں کی قیمت میں تخفیف ہوتی جائے گی یہاں تک کہ مبادلہ دوبارہ مساوات، یا تحت مساوات کی حالت پر پہنچ جائے گا۔ اس کے برعکس اگر کسی وقت نیو آرلین میں ہنڈیاں زیادہ ہوں اور ان کے خریدار کم تو ہنڈی لکھنے والے اشخاص کو یہ خوف پیدا ہو جائے گا کہ کہیں انھیں اپنے مال کے معاوضہ میں نیویارک سے سونا منگوانا اور اس طرح اپنے کاروبار کو فی صدی ڈیڑھ ڈالر کے خسارہ میں ڈالنا نہ پڑے۔ لہذا قبل اس کے کہ مبادلہ اس نقطہ تک پہنچ جائے وہ اپنی ہنڈیاں بٹہ پر فروخت کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس بٹے کی شرح ڈیڑھ فی صدی سے کسی حالت میں زیادہ نہیں ہو سکتی کیونکہ ہم نے یہ فرض کر لیا ہے کہ اگر جہاز پر سونا روانہ کیا جائے گا تو اسی شرح سے مصارف لاحق ہوں گے۔ غرض ہم نے یہاں تک جس قدر تحقیق کی ہے، اس سے یہ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ دو انتہائی حدود کے اندر مبادلات میں تغیر و تبدل ہو سکتا ہے (بشرطیکہ ہنڈیاں درشنی اور ایک ہی قسم کے سکے میں ادا شدنی ہوں)۔ ان میں سے ایک انتہا پر وہ مقدار ہے جو قیمت مساوات کے ساتھ سونا روانہ کرنے کے مصارف جوڑ لینے سے حاصل ہوتی ہے اور دوسری انتہا پر وہ مقدار ہے جو انھی مصارف کو قیمت مساوات سے منہا کرنے کے بعد بچ رہتی ہے۔ عملاً مبادلات شاذ و نادر ہی ان انتہائی مقامات پر پہنچتے ہیں۔ بلکہ مختلف اسباب کے اثر سے وہ انھی دو حدود کے درمیان کم و بیش ہوتے رہتے ہیں۔ ابھی ایک انتہائی حد نہیں

48

پہنچنے پاتی کہ دوسرے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے مبادلات کا مخالف سمت میں رجحان ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات حالات اس قسم کے پیدا ہوتے ہیں کہ مبادلات مقام زر سے بھی آگے 49 بڑھ جاتے یا پیچھے ہٹ جاتے ہیں لیکن یہ بات اس سبب کا نتیجہ نہیں ہے جس کی ہم اب تک تشریح کرتے آئے ہیں یعنی توازن قرضداری کا عام اثر کہ وہ کسی ملک کے موافق ہو یا مخالف۔ لہذا ہم اب دوسرے اسباب کا پتا لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس قسم کی ایک مثال ۱۹۱۸ء کے ابتدائی مہینوں میں، جبکہ ریاستہائے متحدہ میں خانہ جنگی کا خوف روز افزوں تھا، واقع ہوئی تھی۔ امریکہ کے مبادلات کی شرحوں میں زبردست کمی بیشیاں نمودار ہوئیں، حتیٰ کہ بعض وقت مبادلات مقام زر سے بہت نیچے اتر گئے تھے۔

توازن تجارت امریکہ کے بہت زیادہ موافق تھا۔ ایک طرف تو اناج اور آٹے کی کثیر مقداریں باہر روانہ کی گئی تھیں اور دوسری طرف سیاسی خوفزدگی کی وجہ سے بیرونی ممالک کے مال کی بہت کم درآمد ہوئی تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ ان ممالک کے خلاف امریکہ کے مطالبات، بمقابل اس کی ذمہ داریوں کے، بہت بڑھ گئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اگر ان حالات میں مبادلات مقام زر تک گر جائیں تو یہ کچھ زیادہ تعجب کی بات نہیں۔ لیکن واقعہ یہ تھا کہ مبادلات اس حد سے بھی نیچے گر گئے تھے۔ لہذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے کیا اسباب تھے۔

اس واقعہ کا محض یہ سبب تھا کہ اس زمانے میں برآمد والے اشخاص کو فی الفور اپنی ہنڈیاں فروخت کر دینے کی خاص طور پر شدید ضرورت درپیش تھی خواہ اس عجلت کی بدولت انھیں کتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے۔ سوال سارا وقت کا تھا۔ بجائے اس کے کہ انگلستان سے سونا وصول ہونے تک انتظار کیا جاتا، یہ زیادہ مناسب سمجھا گیا کہ تین چار فی صدی کا نقصان اٹھا کر انگریزی ہنڈیوں کی رقم فوراً حاصل 50 کر لی جائے۔ برآمد والے شخص کے سامنے صرف دو صورتیں موجود تھیں۔۔۔ یا تو یہ کہ جس قیمت پر بھی ہو سکے، اپنی ہنڈیاں فروخت کر دے یا انھیں خود اپنے طور پر یورپ روانہ کر دے۔ اور اپنے کارندوں کو ہدایت کر دے کہ ان ہنڈیوں کو بھنا کر جو رقم وصول ہو اُسے بہ شکل فلز اس کے پاس روانہ کر دیں۔ گو آخر الذکر صورت زیادہ ارزاں تھی لیکن چونکہ اس کو سرمایے کی فوری ضرورت تھی (یا چونکہ اسباب ناگہانی کے اثر سے اس کو یقین تھا کہ ایسی ضرورت لاحق ہو گی) لہذا اس نے اول الذکر صورت اختیار کی۔

معمولی اوقات میں صورت حال یہ ہوتی کہ اصلدار ضرور تمند فروشندوں سے ہنڈیاں خریدنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ مسابقت کرتے اور سستے داموں ہنڈیاں خرید کر اور انھیں اپنے طور پر یورپ روانہ کر کے خوب منافع کماتے۔ بالفاظ دیگر وہ بھاری بٹہ کاٹ کر ہنڈیاں خریدتے اور اس بات کی کوشش کرتے کہ مقام زر سے جس قدر ممکن ہو، کم قیمت ادا کریں اور بعد ازاں حود کم از کم مقام زر والی قیمت وصول کریں (اور یہ ہم پہلے ہی معلوم کر چکے ہیں کہ قدر مساوات سے روانگی زر کے مصارف منہا کرنے کے بعد جو بچ رہے، وہی اس صورت میں مقام زر والی قیمت ہوگی)۔ لیکن جس زمانے میں تجارت کی حالت نازک ہوتی ہے اور کاروبار والے اشخاص بہت زدہ ہو جاتے ہیں تو اس قسم کے اصلدار شاذونادر ہی ہنڈیاں خریدتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ اپنا روپیہ ایسے تخمینی کاروبار میں لگائیں جس کی وجہ سے چند ہفتوں کے لیے، یعنی جب تک کہ ہنڈیوں کا سونا ان کے پاس نہ پہنچ لے، رقم ان کے تصرف سے نکل جاتی ہے۔ وہ خیال کر سکتے ہیں کہ شاید اس وقفے میں شرح سود اس قدر بلند ہو جائے کہ ہنڈیوں کے ذریعہ سے اس سے زیادہ منافع حاصل ہونے کی توقع نہ رہے۔ مثلاً فرض کرو کہ مبادلے سے انھیں ڈیڑھ فی صدی خالص منافع حاصل ہونے کی توقع تھی۔ اب لازمی طور پر انھوں نے پہلے ہی یہ اندازہ کر لیا ہوگا کہ ہنڈی کی قیمت ادا کرنے کے وقت سے اس کے معاوضے کا سونا ہاتھ لگنے تک، انھیں کس قدر سود کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ فرض کرو کہ وہ اس وقفے کی مدت ایک مہینہ قرار دیتے اور بہ حساب ۶ فیصدی سالانہ یہ اندازہ کرتے ہیں کہ اس مدت میں انھیں نصف فی صدی سود کا نقصان ہوگا۔ اب اگر شرح سود دفعتاً یک سالانہ ۲۴ فیصدی تک چڑھ جائے تو انھیں ایک ماہ کے لئے ۲ فیصدی سود ادا کر کے قرضہ لینا پڑے گا تاکہ اس اصل کے اس حصے کی تکمیل ہو جائے جو یورپ کی طرف جا رہا ہے یا وہاں سے واپس ہو رہا ہے۔ بالفاظ دیگر انھیں اپنے اندازے سے ڈیڑھ فی صدی زیادہ دینا پڑے گا اور اس طرح مبادلے پر جو ڈیڑھ فی صدی منافع حاصل ہونے کی توقع تھی، وہ اب پوری نہ ہو سکے گی۔ پس جس حالت کو ہم اصطلاح میں بازار زر کی تنگی سے تعبیر کرتے ہیں، مبادلات پر اس کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ ایک طرف تو فروشندے ہنڈیاں بیچنے کے لیے بے چین ہوتے ہیں اور دوسری طرف خریدار انھیں خریدنے میں تامل کرتے ہیں اور جب تک کہ کوئی سخت مجبوری نہ ہو، نہیں خریدتے لیکن جب بین الاقوامی کاروبار حالت توازن میں ہوتے ہیں تو بازار زر کی تنگی کا اس قدر سخت اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ اس حالت میں جتنے فروشندے فروخت کے لیے بے چین ہوں گے اتنے ہی

51

52

خریدار خریدنے پر مجبور ہوں گے۔ اور زر کی گرانی کا صرف یہ اثر پڑے گا کہ خریدار آخر وقت تک رقموں کی روانگی کو التوا میں ڈالیں گے۔ اور فروشندے یہ چاہیں گے کہ یہ رقمیں جلد سے جلد ادا ہوں۔ جس ملک میں زر گراں ہو یا جہاں خوف و دہشت طاری ہو اور اسی کے ساتھ اس کی برآمد بمقابل درآمد کے زیادہ ہو تو ایسی صورت میں البتہ بازار زر کی تنگی کا پورا پورا اثر محسوس ہونے لگتا ہے۔ ایک طرف تو یہ بات یقینی ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی کو اپنے مال کے معاوضہ میں باہر سے سونا منگوانا پڑے گا اور دوسری طرف ہر شخص یہ خواہش کرتا ہے کہ اُسے سونا وصول ہونے تک انتظار نہ کرنا پڑے۔ لیکن ایسا عجیب اتفاق شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ جو ملک دوسرے ممالک کو زیادہ سامان بھجواتا، اور خود اُن سے کم سامان لیتا ہے، وہاں عام طور پر بازار زر میں اصل کی رسد خصوصیت کے ساتھ اچھی ہوتی ہے۔

شرح مبادلہ کی کمی بیشی پر چند اور اسباب کا بھی اثر پڑتا ہے۔ یہاں تک تو ہم نے خاص خاص اہم اصولوں کو وضاحت کے ساتھ سمجھنے کی غرض سے یہ فرض کر لیا تھا کہ تمام ہنڈیاں درشنی ہوتی ہیں۔ لیکن عملی طور پر کثیر التعداد ہنڈیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو تاریخ تحریر یا تاریخ قبولیت سے کچھ مدت کے بعد قابل ادائی ہوتی ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں ہنڈی علی الترتیب بعد تحریر یا بعد قبولیت ہے۔ یعنی تحریر یا قبولیت سے اتنے روز بعد اس کی ادائی لازمی ہے۔ اس طرح دو نئے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جن کا شرح مبادلہ پر اثر پڑتا ہے۔ ایک تو یہ کہ نقد رقم دیکر جو ہنڈی خریدی جاتی ہے وہ خود ایک مدت معینہ تک ناقابل ادائی ہوتی ہے۔ لہذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس بنا پر قیمت سے کس قدر منہائی کی جائے۔ دوسرے یہ کہ کہیں ہنڈی کی میعاد ختم ہونے سے پیشتر اس کو لکھنے اور قبولنے والا، دونوں دیوالیہ نہ ہو جائیں۔ لہذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہنڈی کے خریدار کو ان دونوں کا کس قدر اعتبار ہے۔ اس طرح دونوں ممالک کے اعتبار کی حالت، اور جس ملک کو ہنڈی بھیجی جاتی ہے وہاں کی شرح سود یہ دونوں شرح مبادلہ کی کمی بیشی کے زبردست عامل ہیں۔

اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جس ملک میں ہنڈی لکھی جاتی ہے اگر وہاں زر کا بازار تنگ ہو تو مبادلات پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے فروشندہ ہنڈی بیچنے کے لیے زیادہ بے چین ہوتا ہے اور خریدار کو اس کے خریدنے میں زیادہ تامل پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہنڈیوں کا معاوضہ ہاتھ لگنے تک سود کا جو نقصان ہوتا ہے، اس سے بچ جائے۔

53

لیکن ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو یہ نقصان برداشت کرنا ضروری ہے۔ اور ان کے مقامی بازار زر میں جو کچھ شرح سود ہوگی، اسی پر اس نقصان کی کمی بیشی کا انحصار ہوگا۔ لیکن جن ہنڈیوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے اگر وہ فوراً قابل ادائی نہوں تو اس صورت میں خریدار کو اس بات کا اور لحاظ کرنا ضروری ہے کہ جس ملک کے خلاف ہنڈیاں لکھی گئی ہیں، وہاں سود کی کیا شرح ہے اگر اس کو باہر قرضہ ادا کرنا ہے تو بیرونی قرضخواہ بیرونی شرح ہی کے مطابق اس سے سود وصول کرے گا اور جب تک کہ اس کی مرسلہ ہنڈی ادا نہ ہو جائے، سود کا یہ سلسلہ برابر جاری رہیگا۔ لہذا یہ دیکھنا چاہیئے کہ جو ہنڈی وہ خریدتا ہے آیا وہ فوراً قابل ادائی ہے یا وصول ہونے کے ۶۰ دن بعد اس کی ادائی لازم ہوتی ہے۔ کیونکہ آخر الذکر صورت میں لازم ہوگا کہ وہ بیرونی شرح کے مطابق دو ماہ کا سود ادا کرے۔ اب جس قدر بیرونی شرح سود زیادہ ہوگی، اسی قدر وہ ساٹھ یوم کی میعادی ہنڈی کی قیمت میں تخفیف کرے گا۔ اور جس قدر شرح مذکور کم ہوگی، اسی قدر وہ ہنڈی کی قیمت میں اضافہ کر سکے گا۔ اول الذکر صورت میں، بہ مقابل آخر الذکر صورت کے قیمت سے زیادہ مقدار مہیا کرنا ضروری ہے۔ یا اگر ان اصلداروں کی مثال پیش نظر ہو جو ہنڈیوں کی کثرت اور فروشندوں کی حاجت کے وقت ہنڈیاں خریدتے ہیں، تاکہ انھیں بیرونی ممالک میں بھجوا کر سونے کی شکل میں معاوضہ حاصل کریں، تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں ان کے بیرونی کارندوں کو میعادی ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنا پڑے گا۔ لہذا اصلداروں کے منافع پر بٹے کی کمی بیشی کا اثر پڑنا لازمی ہے۔ اگر انھیں یہ خوف ہو کہ جس ملک کے خلاف ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں، وہاں شرح سود بلند ہوگی تو وہ اسی مناسبت سے ہنڈیوں کی قیمت میں تخفیف کریں گے۔ برخلاف اس کے اگر ان کا یہ اندازہ ہو کہ شرح مذکور ردنی ہوگی تو وہ اسی تناسب سے ہنڈیوں کی زیادہ قیمت دے سکیں گے۔ نیویارک کے اصلداروں نے انگریزی ہنڈیوں کی قیمت مقام زر سے بھی تین اور چار فیصدی نیچے گرا دی تھی۔ صاف بات ہے کہ انھیں قدرتی طور پر یہ پریشانی تھی کہ نہ معلوم انگلستان میں اپنی ساٹھ روزہ ہنڈیوں پر کس شرح سے بٹہ ادا کرنا پڑے۔ 54

درشنی ہنڈیوں کے علاوہ اور تمام ہنڈیوں کی سرح مبادلہ پر کسی بات کا اس قدر مدامی اور زبردست اثر نہیں پڑتا جس قدر کہ ہنڈی ادا کرنیوالے ملک کی شرح سود کا۔ درشنی ہنڈیوں میں جو کمی بیشی ہوتی ہے وہ ایک حد تک مقام زر تک محدود ہوتی ہے۔ حد زر سے وہ عارضی طور پر آگے بڑھ سکتی یا پیچھے ہٹ سکتی ہے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ دو ملک ایک دوسرے سے بہت دور واقع ہوں اور ایک ملک سے 55

دوسرے ملک میں بہ عجلت سونا لے جانا غیر ممکن ہو اور فوراً معاوضہ حاصل کرنے کی سخت ضرورت درپیش ہو، مختصر یہ کہ جب نہایت ہی غیر معمولی حالات پیدا ہو گئے ہوں۔

برخلاف اس کے میعادی ہنڈیوں کی کمی بیشیاں غیر محدود ہیں، قبولنے والے ملک کے اندر قدرِ زر کے ساتھ ساتھ ان ہنڈیوں کی قیمتوں میں تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ مزید براں ہنڈیوں پر جن اشخاص کے نام لکھے ہوتے ہیں ان کی ساکھ کا بھی قیمتوں کی کمی بیشی پر بہت کچھ اثر پڑتا ہے۔ غرض قدرِ زر کا، یا یوں کہئے کہ مروجہ شرح بٹہ کی ہر تبدیلی کا مبادلات خارجہ پر جو اثر پڑتا ہے، وہ ایک نہایت ہی اہم معاملہ ہے۔ لہٰذا آگے چلکر ہم اس پر کسی قدر تفصیل کے ساتھ غور کریں گے۔

اسکے برعکس ہنڈی لکھنے و نیز قبولنے والے کی ساکھ اور اعتبار کا اس کی قدر پر، اور اسی وجہ سے اس شرح مبادلہ پر جس کے مطابق وہ فروخت ہوگی، جس حد تک اثر پڑتا ہے، وہ بہت زیادہ تشریح 56 طلب نہیں ہے۔ درجہ اول کی کمپنیوں کے متعلق اصطلاحی زبان میں کہا جاتا ہے کہ ان کے "مبادلات بہترین ہوتے ہیں"۔ کسی غیر مشتبہ حیثیت کے تاجر کو اس کی ساٹھ روزہ ہنڈی کے معاوضے میں جو قیمت دی جائے گی، وہ یقیناً اس قیمت سے زیادہ ہوگی جو کسی درجہ دوم کے تاجر کو مل سکتی ہے، بشرطیکہ دونوں ہنڈیاں ایک ہی مقام کے خلاف لکھی گئی ہوں۔ ہنڈیوں کے خریداروں کو گھٹیا ضمانت کی چیز لینے پر راغب کرنے کی صورت ہی یہ ہے کہ ان کے ساتھ قیمت میں رعایت کی جائے۔ چونکہ وہ نسبتاً زیادہ خطرہ برداشت کرتے ہیں لہٰذا انھیں اس کا معاوضہ ملنا ضروری ہے۔ جہاں تک شرح مبادلہ کا تعلق ہے اعتبار ایک نہایت اہم چیز ہے، اور جو لوگ بین الاقوامی تجارت کے کاروبار کرتے ہیں، ان کے نزدیک تو یہ آپس میں ایک دوسرے کی ساکھ کو پرکھنے کا صحیح ترین معیار سمجھا جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھتے ہیں کہ برآمد والے اشخاص میں سے کس کس کی ہنڈیاں کن کن قیمتوں پر فروخت ہو رہی ہیں۔ جس قدر کسی شخص کی ہنڈی کم قیمت پر فروخت ہوگی، اسی قدر وہ اپنے پڑوسیوں میں زیادہ ساکھ والا تصور کیا جائے گا۔ غرض اسی اعتبار کی بدولت عندالطلب ہنڈیوں کی قیمتوں تک میں فرق پڑ جاتا ہے، چہ جائیکہ میعادی ہنڈیاں جن کی قیمت کا کوئی قطعی یا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنا اور زیادہ مشکل ہے۔ مزید برآں جب تجارتی حلقوں میں کسی نہ کسی وجہ سے خوف و دہشت طاری ہو جاتی ہے تو مبادلات عام طور پر اس سے متاثر ہوتے ہیں اور تمام ہنڈیوں کی قیمتیں گر جاتی ہیں۔ امریکہ کی جو مثال ہم اوپر پیش کر چکے ہیں اس میں ہنڈیوں 57 کے خریدار اس بات پر مجبور تھے کہ ان پر اعلیٰ شرح سے بٹہ کاٹیں، تاکہ اپنے خیال میں وہ

جس قدر خطرات برداشت کر رہے تھے، ان سب کا انھیں معاوضہ ملنا چاہئے۔ جس مال وسامان کی بنا
پر ہنڈیاں لکھی گئی ہیں، اس کی قیمت میں زبردست کمی واقع ہونے سے نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو یہ ہنڈیاں
قطعاً قبول ہی نہ جائیں گی اور جب تک خریدار لکھنے والے سے اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کرے،
کیا عجب ہے کہ آخر الذکر کا دیوالہ نکل چکا ہو۔ یا یہ کہ ہنڈیاں قبول تو ہو جائیں گی لیکن ان مشکلات کے
باعث جو امریکہ سے تعلق رکھنے والے اشخاص کو پیش آنے کا اندیشہ ہے، اپنی میعاد کے اختتام پر
ادا نہ ہوں گی۔

اسی طرح جب کسی پوری قوم کا اعتبار گر جاتا ہے تو اس کے خلاف بھی ہنڈیاں فروخت
کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور بڑی بڑی رعایتیں کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ لوگ محسوس کرتے
ہیں کہ ہنڈی جو لینے والے کی حالت زیادہ اطمینان بخش نہیں ہے۔ ایسی حالت میں خریدار کے پاس
حسب معمول ہنڈی لکھنے والے اور قبول لینے والے، دونوں کی مشترک ضمانت نہیں رہتی بلکہ صرف
لکھنے والے کی ضمانت باقی رہ جاتی ہے۔ لیکن واضح رہے کہ ہم اس استدلال کو بہت دور تک
نہیں لے جا سکتے۔ کیونکہ جب کبھی کوئی پوری قوم بے اعتبار ہو جاتی ہے تو بالعموم بہت سے اور
اثرات کام کرنے لگتے ہیں، جن کی بدولت اُس ملک کے خلاف ہنڈیوں کی قیمت میں کمی واقع ہوتی
ہے اور پھر یہ معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ مختلف اسباب کا علی الترتیب کس کس قدر اثر پڑا ہے۔
مثلاً کس قدر کمی نام نہاد ناموافق توازن تجارت اور کثرت قرضداری کا نتیجہ ہے کس قدر
فقدان اعتبار کا، اور کس قدر ایک اور سبب، یعنے زر کے آثار کا، جس کی ہم نے ابھی تک تحقیق
نہیں کی ہے۔

58

یاد رہے کہ ہنڈی کے ذریعے سے جو معاملہ طے ہوتا ہے، وہ صرف اس قدر ہے کہ ایک
مقام پر کچھ رقم ادا کر دی جاتی ہے تاکہ اس کے معاوضہ میں اتنی ہی رقم دوسرے مقام میں حاصل
ہو سکے۔ اگر کسی شخص کو فرانس کے خلاف ہنڈی خریدنا مقصود ہے تو وہ کسی ایسے تاجر کی تلاش کرے گا
جو فرانس کے ساتھ تجارتی کاروبار کرتا ہے۔ اس کو اسٹرلنگ کی شکل میں کچھ رقم ادا کرے گا اور
معاوضے میں کسی فرانسیسی تاجر کے نام مساوی رقم کی ایک ہنڈی حاصل کرے گا۔ یہاں تک جو کچھ
کہا گیا ہے، اس کا اطلاق مساوی حیثیت سے تمام ممالک پر ہوتا ہے۔ اب اگر تمام دنیا میں کوئی مشترک
زر اختیار کر لیا جائے اور ہمیں مختلف اقسام زر مثلاً فرانک و فلارن اور ڈالر روبل کے پریشان کن
حسابات میں مبتلا ہونے کی ضرورت لاحق نہ ہو تب بھی وہ اصول جن کی ہم تحقیق کر چکے ہیں بحال رہیں گے

اور ان پر عملدرآمد جاری رہے گا۔ لیکن ہمیں اب حقیقی صورت حال کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ وہ
یہ کہ اگر ہم لندن میں کچھ رقم ادا کریں اور معاوضہ میں اسی قدر رقم وائنا یا سینٹ پیٹرزبرگ میں حاصل
کرنا چاہیں تو ایسی صورت میں قدر مساوات کا ٹھیک ٹھیک پتا لگانا ایک نہایت مشکل کام ہے۔
اگر دونوں ملکوں میں طلائی زر کا رواج ہے تو حسابات نسبتاً زیادہ آسان ہوتے ہیں گو اس حالت میں
بھی اگر زر طلائی کے ساتھ ساتھ زر کاغذی بمقدار کثیر موجود ہو تو مسئلہ کسی قدر زیادہ پیچیدہ ہو جاتا
ہے۔ اگر ایک ملک میں زر طلائی اور دوسرے میں زر نقرئی کا رواج ہو تو ان دونوں کا مقابلہ
59
کرنے میں پیچیدگی اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور اگر کہیں ان دونوں میں سے کسی ایک جگہ بھی
غیر محدود یا غیر بدل پذیر زر کاغذی ہو تو پھر کسی قابل اعتبار نتیجہ پر پہنچنے سے قطعاً مایوس ہو جانا چاہئے
فرض کرو کہ لندن میں ایک سو پونڈ اسٹرلنگ ادا کئے جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وائنا میں ان سو
پونڈ کی کیا قدر ہوگی، وہ کیا قوانین ہیں جو اس حالت میں مبادلات پر اپنا اثر ڈالیں گے۔ اگر ہم
امتحاناً یہاں بھی انہی اصول کا اطلاق کریں، جن کی ہم پہلے تحقیق کر چکے ہیں، تو بظاہر یہ معلوم ہوتا
ہے کہ یہاں وہ اصول برقرار نہیں رہتے بلکہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ خارجی ہنڈیوں کی قیمتوں میں جو کچھ کمی
بیشیاں ہوتی ہیں، ان کے متعلق ہم یہ ظاہر کر چکے ہیں کہ وہ چند حدود کے اندر محدود رہتی ہیں اور انہی
حدود کے اندر اندر طلب و رسد کے معمولی قوانین کے تابع ہوتی ہیں اور بجز غیر معمولی حالات کے، حد معینہ سے نہ اوپر
چڑھتی ہیں اور نہ نیچے گرتی ہیں۔ اگر ہنڈی لکھنے والے روانہ کرنیوالوں سے تعداد میں زیادہ ہوں ـــ یعنی اگر کسی ملک
کے قرضخواہوں کی تعداد بمقابل اس کے قرضداروں کے زیادہ ہو ـــ تو جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں، ایسے
ملک کے خلاف ہنڈیاں فروخت کرنے میں دقت ہوگی اور فروشندوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔
اس کی برعکس حالت میں خریداروں کو کچھ بڑھوتری ادا کرنا پڑے گا۔ لیکن دونوں صورتوں میں
60
نقصان کی مقدار خواہ براہ راست یا بالواسطہ روانگی زر کے مصارف سے تجاوز نہیں کر سکے گی۔
جس شخص کو باہر سے رقم منگوانی ہے، اگر وہ دیکھے کہ اُس مقدار کی ہنڈی لکھ کر فروخت کرنے میں
اسے نقصان ہوگا تو بجائے اس کے کہ وہ حد معینہ سے زیادہ نقصان برداشت کرے وہ اپنے خارجی
قرضدار کو ہدایت کردے گا کہ اس کے پاس سونا روانہ کردے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بیرونی تاجروں
کا قرضدار ہو، اور روانگی زر کے مصارف سے زیادہ نقصان اٹھائے بغیر ہنڈی خرید نہ سکے تو
ظاہر ہے کہ وہ اپنے قرضے سے سبکدوش ہونے کے لئے روانگی زر کا طریقہ ہی اختیار کرے گا۔ لیکن
سوال یہ ہے کہ جس ملک کے خلاف ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں، اگر وہاں غیر محدود زر کاغذی رائج ہو

اور اس کی بنیاد قطعاً فلز پر نہ ہو، یا اگر کثیر مقدار میں بڑھوتری ادا کئے بغیر وہاں سے فلز حاصل نہیں کیا جاسکتا ہو، یا اگر فلز کی برآمد قطعاً ممنوع کر دی گئی ہو، یا اگر سونے پر بڑھوتری کا لین دین خلاف قانون قرار دیا گیا ہو، تو ان حالات میں کیا نتائج برآمد ہونگے۔ ظاہر ہے کہ مبادلات کی کمی بیشیوں کے جو حدود ہم نے پہلے معین کئے تھے، وہ ان حالات میں قطعاً برقرار نہیں رہتے۔ اگر ایسے ملک کا قرضخواہ یہ دیکھے کہ وہ اپنے مطالبے کی ادائی میں سے سونا حاصل نہیں کرسکتا اور بجز ہنڈی لکھنے اور اسے فروخت کرلینے کے، رقم وصول کرنے کی کوئی اور ترکیب نہیں ہے، تو وہ بدرجہ مجبوری کثیر سے کثیر اشیار برداشت کرلے پر آمادہ ہو جائے گا۔ ان حالات میں اس کے اشیار کی حد معین کرنا ممکن نہیں کیونکہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنی ہنڈی فروخت کرنا چاہتا ہے۔ ہاں اگر ہنڈی کے خریداروں کی تعداد کافی ہو اور ہنڈیوں کے لئے وہ ایک دوسرے پر سبقت کر رہے ہوں تو البتہ لکھنے والوں کو بہت زیادہ نقصان نہیں پہنچے گا۔ اسی طرح جس ملک میں زر اترا ہوا ہو (گو وہاں ایسی صورت کا نمودار ہونا بہت خلاف قیاس ہے) اگر اس کے خارجی قرضدار بمقابل اس کے خارجی قرضخواہوں کے تعداد میں زیادہ ہوں، اور اسی بناپر اس ملک کے خلاف ہنڈیوں کی طلب ان کی رسد سے زیادہ ہوگئی ہو تو ایسی صورت میں ہنڈی بیچنے والے جس قدر قیمت طلب کریں، قرضدار اُسے ادا کرنے پر مجبور ہوں گے۔ کیونکہ وہ ادائی قرضہ کی دوسری شکل اختیار کرنے، یعنی سونا روانہ کرنے، سے معذور ہیں اور اس کی یہ وجہ ہے کہ ہمارے زیر بحث ملک میں سونے پر بڑھوتری کا لین دین منع کردیا گیا ہے، حالانکہ حالات حاضرہ کے لحاظ سے وہ اس کا بجا طور پر مستحق ہے۔ البتہ خرابی زر کے باعث جس طرح اور اشیاء کی قیمتیں چڑھ گئی ہیں، اسی طرح سونے کی قدر میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ غرض اس حالت میں اگر کوئی چیز ہنڈیوں کی قیمت کو بڑھنے سے روک سکتی ہے تو وہ خود فروشندوں کی باہمی مسابقت ہے۔ بہرحال اگر ہم ذرا غور سے کام لیں تو معلوم ہوگا کہ ان حالات میں بھی ہنڈیوں کی قیمتوں پر اسی نوعیت کی روک ٹوک یا حدبندی موجود ہوتی ہے جیسی کہ ہم اب تک بیان کرتے آئے ہیں۔ اور اس کا پتا لگانا اسی وقت ممکن ہے جبکہ ہم کسی ایسے ملک کی حالت پر غور کریں جہاں کا زر مروجہ تو اُترا ہوا ہو لیکن جہاں سونے پر بڑھوتری کا لین دین مخصوص طور پر ممنوع قرار نہ دیا گیا ہو بلکہ وہ باقاعدہ طور پر جاری ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر ہم ایسی حالت میں بڑھوتری کی مقدار کو سونا منگوانے کے اخراجات میں شامل، یا سونا روانہ کرنے کے مصارف سے منہا کردیں تو ہمارا یہ طرز عمل غلط نہیں ہوسکتا۔ اس ملک کے قرضخواہ اپنے مطالبات کی تکمیل کے لئے یا تو ہنڈیاں فروخت کرسکتے ہیں یا

61

براہ راست سونا منگوا سکتے ہیں۔ اس کے برعکس قرضدار اپنے قرضہ سے سبکدوش ہونے کے لئے یا تو ہنڈیاں خرید کر بھجوا سکتے ہیں یا براہ راست سونا روانہ کر سکتے ہیں لیکن فرض کرو کہ اِن آخرالذکر اشخاص کو اس قدر گراں قیمتوں پر ہنڈیاں خریدنا ناگوار معلوم ہوتا ہے لہذا وہ سونا روانہ کرنے کے مصارف برداشت کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اس فلز پر انھیں جو کچھ بڑھوتری ملے گی، وہ اِن مصارف میں تخفیف کا باعث ہوگی۔ لہذا فروشندوں کے مقابلہ میں اس کی بدولت انھیں بہت بڑا فائدہ حاصل ہوگا۔

62

مشکل ساری یہ ہے کہ ان مختلف حالات کی تحقیق کرتے وقت ہنڈیاں لکھنے والے اور ان کے خریدار، ان دونوں طبقوں کے متضاد پہلوؤں کا ساتھ ساتھ لحاظ کرنا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے اس استدلال میں سخت پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے لیکن اس پیچیدگی سے قطعی گریز بھی ہمارے لیے ناممکن ہے۔ لہذا یہ بات نہایت مناسب ہے کہ اگر ہم دوران بحث میں صرف کسی ایک طبقے کی حالت پر غور کریں تو طالب علم اپنے طور پر اس کی برعکس حالت کو وضاحت کے ساتھ ذہن نشین کرلے اور مخالف نقطہ نظر سے جو نتائج پیدا ہوں، ان پر خود ہی غور کرے۔

ہم ابھی یہ تشریح کر رہے تھے کہ اگر کسی ملک کا زر اتر جائے تو اس کے خلاف جس قدر ہنڈیاں لکھی جائیں گی، ان کی قیمتیں نہ صرف ان تمام اسباب سے متاثر ہونگی جن پر ہم پہلے غور کر چکے ہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ اثر اُس بڑھوتری کا پڑے گا جو بمقابل اُترے ہوئے زر کے فلز پر ادا کی جائیگی۔ یہاں ہمیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں کر لینا چاہئے کہ بڑھوتری کا اس طرح ادا کیا جانا اُترے ہوئے زر کی حالت پرکھنے کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ وہ خود ایک آخری نتیجہ ہے۔ بالفاظ دیگر وہ ایک انتہائی حد کو ظاہر کرتا ہے نہ کہ اس حد تک پہنچنے کی تدریجی کیفیت کو۔ مندرجہ ذیل استدلال میں ہم نے بمقابل فلز کی بڑھوتری کے زر کاغذی کے اُتار کو زیادہ نمایاں کر دکھایا ہے، حالانکہ درحقیقت دونوں باتوں کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے اور دونوں حالتوں میں ہم ایک ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ فلز کی بڑھوتری کا مفہوم اگرچہ اصولاً زیادہ آسانی اور وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آتا ہے، لیکن عملی نقطہ نظر سے وہ اس قدر بدیہی نہیں ہوتا، جس قدر کہ اس کے کاغذی حریف کا اتار یا اس کی قوت خرید کی تخفیف۔

63

کیونکہ جس ملک میں غیر بدل پذیر زر کاغذی کثیر مقدار میں موجود ہوتا ہے، وہاں قیمتی فلز اپنی اصلی خدمت، یعنی ذریعۂ مبادلہ کا کام انجام دینے سے بتدریج پیچھے ہٹنے لگتے ہیں اور ان کا شمار

زیادہ تر معمولی خرید و فروخت کی اشیاء میں ہونے لگتا ہے۔ چونکہ ایک دوسرا زر جو سونے اور چاندی سے سراسر مختلف ہوتا ہے، نمودار ہو جاتا ہے لہذا اب یہ آخر الذکر فلز معیار تصور نہیں کئے جاتے، بلکہ خود ایک اور معیار کے تابع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب اس جدید معیار کی وجہ سے تمام اشیاء کی قیمتوں میں عام اضافہ ہوتا ہے تو اور چیزوں کی طرح سونے کی قیمت بھی بہ حساب زر کاغذی چڑھ جاتی ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ آسٹریا کی حکومت متواتر زر کاغذی جاری کر کر کے اپنے زر کو اتار دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں آسٹریا کے اندر سونے کی قدر یکساں بڑھتی جائے گی اور اسی تناسب سے ایک سو انگریزی ساورن کے معاوضہ میں آسٹریا کے کاغذی فلارن زیادہ تعداد میں حاصل ہونگے۔ 64

لہذا جو لوگ وائنا کے خلاف ہنڈیاں خریدیں گے وہ ان حالات میں اسی کے مطابق معاوضہ طلب کریں گے۔ برخلاف اس کے جن لوگوں کو وائنا کے خلاف ہنڈیاں فروخت کرنا ہونگی یعنی وہ جنھیں آسٹریا میں کچھ فلارن واجب الایصال ہونگے، انھیں اسی مناسبت سے زیادہ فلارن پیش کرنا پڑے گا تاکہ خریدار ایک ناقص شے کے معاوضہ میں انھیں سونا دینے پر آمادہ ہو جائیں۔ ورنہ بجائے ہنڈی خریدنے کے وہ سونا روانہ کرنے کو اپنے لیے بہتر خیال کریں گے۔ جس طرح ایک انگریز سیاح آسٹریا کے اندر ان حالات میں اپنے ایک ساورن کے معاوضہ میں دس کے بجائے پندرہ فلارن پائے گا، اسی طرح صرافہ لندن میں جو لوگ ساورن ادا کرتے ہیں، وہ بھی اسی رعایت کے طالب ہونگے۔ پس معلوم ہوا کہ ایک عامل ایسا بھی موجود ہے جو مبادلات خارجہ کی کمی بیشی پر بہ ظاہر ایسا زبردست اثر ڈالتا ہے کہ جن عوامل پر ہم پہلے بحث کر چکے ہیں، ان میں سے ایک بھی اسکی ہمسری نہیں کر سکتا ——— زر کا سود، مطالبات کے مقابل قرضوں کی کثرت، خوف و دہشت، فاصلے کا بُعد وغیرہ وغیرہ، ان مختلف اسباب کی بدولت مطالبات صرف چند فیصدی کے اندر اندر کم و بیش ہوتے ہیں۔ اگر ان تمام اسباب کے منفرد اثر سے دس فی صدی کا اختلاف پیدا ہو جائے تو یہ ایک غیر معمولی بات سمجھی جائے گی جو شاذ و نادر ہی پیش آتی ہے۔ لیکن جونہی زر کا عامل نمودار ہوتا ہے، وائنا ہی کی ایک مثال فوراً ہمارے پیش نظر ہو جاتی ہے جس میں یہی کمی بیشی پچاس فیصدی تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح روسی مبادلات میں بھی بہ سبب زر کاغذی کی کثیر مقدار کے، جو عملاً بالکل غیر بدل پذیر ہے، ہمیشہ زبردست سے زبردست تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں[1]۔ 65

[1] یہ کیفیت ۱۹۲۶ء میں تحریر کی گئی تھی، اس کے بعد سے آسٹریا اور روس کے مبادلات میں بڑی بڑی تبدیلیاں واقع

لیکن ایک لحاظ سے یہ کمی بیشیاں محض ظاہری ہیں۔ نہ ان کی وجہ سے اس قدر نفع ہوتا ہے نہ نقصان، اور نہ قدر میں اس قدر اختلاف پیدا ہوتا ہے جس قدر کہ اوپر اشارہ کیا گیا۔ جب زر اُتر جاتا ہے تو اس کا اثر عام طور پر مساوی حیثیت سے تمام قیمتوں پر پڑتا ہے۔ گو مثال مذکور انگریز سیاح کو اپنے ساورن کے معاوضہ میں بجائے دس کے پندرہ فلارن حاصل ہوئے، تاہم اس وجہ سے اس کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچا۔ کیونکہ اب پندرہ فلارن کی مالیت سابق کے دس فلارن سے زیادہ نہیں ہے۔ جب محض توازن تجارت کی وجہ سے ہنڈیوں کی قیمتوں میں کمی بیشیاں نمودار ہوتی ہیں (اور معاملات زر کے دو انتہائی حدود کے درمیان محدود ہوتی ہیں) تو ایسی حالت میں اگر خریدار ارزاں قیمت پر ہنڈی خریدے ــــ یعنی اگر اس کو اپنے زر کے معاوضے میں بیرونی سکے معمول سے زیادہ تعداد میں حاصل ہوں ــــ تو اسکو درحقیقت فائدہ پہنچتا ہے۔ بیرونی سکوں کی اس زیادہ تعداد کی قوت خرید بھی دراصل زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن جب ہنڈیوں کی ارزانی بیرونی زر کے اُتار کا نتیجہ ہوتی ہے تو اس صورت میں خریدار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ کیونکہ رقم تو برائے نام پہلے سے زیادہ ہوتی ہے لیکن اس کی قوت خرید پہلی مقدار ہی کے مساوی ہوتی ہے۔

مزید براں جس طرح ہنڈی کے خریدار کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اسی طرح مبادلے کا جدید معیار قائم ہو جانے کے بعد فروشندے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ یہ سچ ہے کہ اب اس کو ساورن کے بدلے میں نسبتًا زیادہ فلارن حوالہ کرنا پڑیں گے، لیکن ساتھ ہی اُس نے جو پیداوار باہر روانہ کی ہے اور جس کی بنا پر ہنڈی تحریر کی گئی ہے، ہمارے مفروضہ کے مطابق، اس کی مالیت میں بھی اسی تناسب سے اضافہ ہوگا لہذا فلارن زیادہ تعداد میں اس کے ہاتھ لگیں گے اور ساورن کے معاوضہ میں زیادہ فلارن حوالہ کرنے میں اُسے کوئی دقت محسوس نہ ہوگی۔ مثلاً فرض کرو کہ کوئی بڑا تغیر واقع ہونے سے پیشتر وہ ایک خاص مقدار

66

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ہوئی ہیں۔ اول الذکر مبادلات بہ نسبت سابق کے اب بہت گر گئے ہیں۔ اور اب فلارن کی قدر اُس سے کہیں زیادہ ہے جو دو سال قبل تھی۔ روسی روبل تو اپنی قدرِ مساوات تک پہنچ گیا ہے، لیکن روسی زر کو اس کی قدرِ طلا پر لانے کے لئے جو تجاویز اختیار کی گئی تھیں، وہ ناکام ہوئیں اور کاغذی روبل اب بھی ویسا ہی غیر بدل پذیر ہے جیسا کہ وہ مندرجہ بالا بیان کی تحریر کے وقت تھا ــــ دسمبر ۱۸۹۲ء

باہر روانہ کرتا ہے اور اسکی بنا پر جو ہنڈیاں لکھتا ہے، انھیں ایک خاص قیمت پر فروخت کرتا ہے مثلاً فرض کرو کہ وہ اپنی شکر دس ہزار فلارن میں بیچدیتا ہے اور یہ فلارن دس فی پونڈ کے حساب سے فروخت کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح اسکو شکر کے معاوضہ میں ایکہزار پونڈ ہاتھ لگیں گے۔ فرض کرو کہ اب آسٹریا میں زر کاغذی کی زائد از ضرورت اجرائی کے باعث قیمتوں میں دس فی صدی تغیر واقع ہوتا ہے قیمتیں عام طور پر دس فیصدی چڑھ جاتی ہیں اور اسی کے ساتھ مبادلہ بھی چڑھ جاتا ہے بیرونی تاجر اب اُسی شکر کو گیارہ ہزار فلارن میں بیچتا ہے لیکن اب اسکو اپنے فلارن فی پونڈ گیارہ کے حساب سے فروخت کرنا پڑیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کو اب بھی حسب سابق وہی ایکہزار پونڈ حاصل ہوں گے۔ واضح ہو کہ قیمتوں میں عام طور پر مساوی اضافے کا واقع ہونا محض ایک مفروضہ ہے جس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسا مساوی اضافہ درحقیقت واقع ہوتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علم المعیشت کے مشہور و معروف اصول کے مطابق، جو اسی بحث سے متعلق ہے، بعض قیمتیں تو بہت زیادہ چڑھ جائیں گی اور بعض نسبتاً کم۔ آسٹریا کے کارخانہ دار اس بات پر مصر تھے کہ زر اتر جانے سے انھیں کثیر منافع حاصل ہوا، کیونکہ جس تناسب سے مصنوعات کی قیمتیں چڑھ گئی تھیں اسی تناسب سے مزدوروں کی اجرت میں اضافہ نہیں ہوا تھا۔ چونکہ باہر سے منگوائی ہوئی پیداوار خام کی قیمت میں فوراً پورا اضافہ ہوگیا تھا لہذا کارخانہ داروں نے اپنی مصنوعات کی قیمتیں بھی اسی تناسب سے بڑھا دیں حالانکہ عمل پیدائش کے ایک اور جزو، یعنی محنت کے مصارف نسبتاً ایک ہی حالت پر قائم تھے۔ لیکن یہ ایک محض عارضی کیفیت تھی جو ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی تھی، خواہ جلد خواہ دیر سے حالات متغیرہ کے مطابق اس میں بھی تغیر واقع ہونا لازمی تھا۔ اگر محنت کی طلب حسب سابق باقی رہتی تو ظاہر ہے کہ اجرتیں چڑھ جاتیں حتیٰ کہ وہ مزدور کی سابقہ ضروریات کی تکمیل کے لیے کافی ہوتیں۔ جہانتک ہمارے سابقہ استدلال کی قوت کا تعلق ہے، قیمتوں کے عام اور مساوی اضافے کا مفروضہ قابل تسلیم ہے۔ اس کی بدولت یہ واضح ہوجائے گا کہ مبادلات میں ظاہرا جو تغیر نظر آتا ہے، وہ عام قیمتوں کے اضافے سے زیادہ نہیں ہوتا، کیونکہ یہ دونوں تغیرات ایک ہی سبب کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جس طرح مصنوعات کا ایک پارسل زیادہ فلارن میں فروخت ہوگا، اسی طرح ایک انگریزی ساورن بھی زیادہ فلارن میں بکیگا لیکن ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی پہلے سے زیادہ قوت خرید حاصل نہیں ہوگی۔

یہاں تک ہم نے دو ایسے معاملوں کا مقابلہ کیا جن میں سے ایک تو تغیر سے پہلے

واقع ہوا تھا اور دوسرا اُس کے بعد۔ اور ہم نے یہ معلوم کیا کہ اگر مبادلے کے فرق کا باعث زر مروجہ کی خرابی ہے تو ایسی صورت میں نتیجہ میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر ہم یہ فرض کریں کہ تغیر دو جداگانہ معاملوں میں نہیں، بلکہ ایک معاملہ کے آغاز اور اختتام کے دوران میں واقع ہوا ہے تو ایسی صورت میں بالکل مخالف نتیجہ برآمد ہوگا۔ فرض کرو کہ شکر والا پہلے اپنی شکر بھجواتا ہے اور اس کو دس ہزار فلارن میں فروخت کرتا ہے اور اس وقت شرح مبادلہ فی پونڈ دس فلارن ہے۔ لیکن وہ ہنڈی لکھ کر ان دس ہزار فلارن کو فوراً واپس نہیں منگواتا بلکہ کچھ عرصے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اسی اثنا میں شرح مبادلہ بدل کر فی پونڈ گیارہ فلارن ہو جاتی 69 ہے۔ ظاہر ہے کہ اب اس کے فلارن گیارہ سے تقسیم کئے جائیں گے اور بجائے ایکہزار کے جو سابقہ شرح کے مطابق اس کو حاصل ہوتے، اب صرف نوسو نو پونڈ اور کچھ شلنگ اس کے ہاتھ لگیں گے۔
غرض زر اترنے کی وجہ سے کسی ملک کے مبادلے میں جو تغیر پیدا ہوتا ہے، اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ایسے ملک کے خلاف جس قدر مطالبات ہوتے ہیں، ان کی مالیت گھٹ جاتی ہے اور اس کو جس قدر قرضے واجب الادا ہوتے ہیں، وہ نسبتاً آسانی کے ساتھ ادا کئے جا سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر اس کے قرضخواہ کو نقصان پہنچتا ہے اور اس کا قرضدار فائدے میں رہتا ہے۔ اگر اسکی درآمد و برآمد حالتِ توازن میں ہے، یعنی جس قدر رقم اُسے ادا کرنا ہے اگر اسی قدر رقم دوسروں سے وصول طلب بھی ہے تو اس ظاہری تغیر سے بحیثیت مجموعی اُسے نہ نقصان ہوگا اور نہ فائدہ۔ لیکن انفرادی طور پر ایسے ملک کا قرضخواہ یہ محسوس کرے گا کہ اس پر سخت ظلم ہوا ہے اور اس کا قرضدار خوش و خرم اپنی ذمہ داری سے جلد سبکدوش ہونے کی کوشش کرے گا کیونکہ جس ساورن سے وہ پہلے صرف دس فلارن خرید سکتا تھا، اسی ساورن سے اب وہ گیارہ فلارن حاصل کرسکتا ہے۔

جن کمی بیشیوں کا ابھی ذکر کیا گیا ہے، ان کی نوعیت اور رجحان کی تحقیق کرنے سے ہم قطعی طور پر یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ ان کے انتہائی حدود کیا ہیں۔ اور یہی دراصل ہماری موجودہ تحقیق 70 کا خاص مقصد بھی ہے جس حد تک تمام قابل خرید اشیا — جن میں زر بھی شامل ہے — کی قیمتیں ملک کے زر مروجہ کی خرابی سے متاثر ہوتی ہیں، اسی حد تک اس ملک کی ہنڈیوں کی قیمت کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ بالفاظ دیگر جس شرح سے زر کا فرضی بٹہ کاٹا جاتا ہے، یا جس شرح سے سونے پر بڑھوتری ادا کی جاتی ہے، اسی تناسب سے ہنڈیوں کی قیمتیں بھی بدلتی رہتی ہیں۔ خرابی زر

کی بدولت وہ ان حدود سے تجاوز نہیں کرسکتیں۔ ورنہ اگر یہ ممکن ہو تو قرضخواہ، جس کو زرناقص میں کچھ رقم حاصل کرنی ہے، بجائے مزید نقصان برداشت کرنے کے اپنے قرضدار کو ہدایت کردے گا کہ باوجود بڑھوتری کے رقم قرضہ کے بقدر سونا خرید کر روانہ کردے۔ کیونکہ ہمارے مفروضہ کے مطابق بڑھوتری کی مقدار اس نقصان سے کم ہوگی جو ہنڈی بیچکر معاملہ طے کرنے سے لاحق ہوگا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جس ملک کا زر مروجہ ناقص ہو، اگر وہاں سے فلز کی برآمد ممنوع قرار دیجائے، یا اگر وہاں، سونا خریدنا ناممکن ہوجائے، خواہ اس لئے کہ بڑھوتری ادا کرنا قانونی جرم ہے۔ یا اسلئے کہ فلز فی الواقع نابید ہوگیا ہے، تو ان حالات میں کیا صورت پیش آئے گی۔ اور یہی وہ صورتیں ہیں جو عملاً زیادہ وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ ایسے ملک سے کوئی شخص کیسے اپنا مطالبہ وصول کرسکتا ہے۔ فرض کرو کہ ایک تاجر روس کو روئی روانہ کرتا ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جبکہ روس سے فلز کی برآمد قطعاً ممنوع ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ روئی کی قیمت کس طرح وصول کریگا۔ جب روئی بکجاتی ہے تو وہ سینٹ پیٹرز برگ میں چند روبل کا مستحق ہوجاتا ہے۔ اب ان روبل کو وہ کس طرح انگریزی ساورن کے ساتھ بدل سکتا ہے۔ یا اسی صورت حال کو دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ روس کے ایک دھاگا کاتنے والے نے لیورپول کے کسی تاجر کے ہاں سے روئی منگوائی ہے جس کی قیمت انگریزی ساورن کی شکل میں اس پر واجب الادا ہے۔ زر کاغذی کی شکل میں اس کے پاس کافی روبل موجود ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان کے معاوضہ میں ساورن حاصل کرنے کے لئے اُسے کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے۔ سونا روانہ کرنا تو خارج از بحث ہے کیونکہ وہ قانوناً ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اب اس شخص کے پاس صرف دو ترکیبیں اور موجود ہیں۔ ایک تو یہ کہ جن لوگوں نے انگلستان مال روانہ کیا ہے اور اس مال کے معاوضے میں وہاں سے رقم منگوانے والے ہیں، اُن سے انگلستان کے خلاف ایک ہنڈی خرید لے اور اُسے اپنے قرضخواہ کے پاس لیورپول بھجوادے۔ دوسرے یہ کہ خود کچھ مال انگلستان روانہ کرے جو وہاں پہنچکر ساورن کے معاوضہ میں فروخت ہوسکے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ موسم سرما کے اکثر حصہ میں روس سے مال کی برآمد ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی حالت میں وہ قطعاً کوئی چیز روانہ نہیں کرسکتا۔ اب قرضہ سے سبکدوش ہونے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ وہ ایسے بنکدار یا دوسرے اشخاص تلاش کرے جو انگلستان یا کسی اور بیرونی مرکز کے خلاف آئندہ برآمد کی توقع پر ہنڈیاں لکھیں اور انھیں اس کے ہاتھ فروخت کریں۔ لیکن ظاہر ہے کہ

71

ایسی صورت میں جہاں تک قیمت کا تعلق ہے، وہ سراسر ان اشخاص کی مرضی پر منحصر ہوگی اگر روسی قرضدار اس بات پر مجبور ہیں کہ ایک مدت معینہ کے اندر زر انگریزی کی شکل میں رقم (72) اپنے قرضخواہوں کے حوالہ کر دیں تو پھر جو قیمت اُن سے وصول کی جاسکتی ہے، اس کی کوئی حد معین نہیں ہوسکتی۔ بالفاظ دیگر ایسی صورت میں مبادلہ کی کمی بیشیوں کی کوئی حد مقرر نہیں کیجاسکتی کاغذی روبل اور فلز کی قدر اضافی اس حالت میں بالکل خارج از بحث معلوم ہوتی ہے بلکہ صرف رسد اور طلب کے باہمی اثر سے قیمت معین ہوتی ہے۔ اور اگر ایسے ملک کی برآمد اسکی درآمد کے مساوی نہو (اور یہی حالت بہت زیادہ عام بھی ہے) اور ہنڈیوں کی طلب ان کی رسد سے بڑھی ہوئی ہو تو ایسی حالت میں جو مزید رقم واجب الادا ہوگی، اس کو روانہ کرنے کے لئے سخت نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک اس کا تصفیہ نہیں ہوسکتا جب تک کہ درآمد یا تو قطعاً بند ہو جائے یا اس میں حسب ضرورت تخفیف نہ کردی جائے یا جب تک کہ بیرونی قرضہ حاصل نہ کیا جائے۔ آخر الذکر صورت محض مہلت پانے کی ایک ترکیب ہے جس کی بدولت قرضہ کی ادائی کچھ مدت کے لیے ملتوی ہو جاتی ہے۔

جس ملک کا زر مروجہ ناقص ہو اور ساتھ ہی وہاں سے فلز کی برآمد ممنوع کردی جائے تو گمان غالب یہ ہے کہ اس کی درآمد بمقابل اس کی برآمد کے زیادہ ہوگی۔ یہ ایک بدیہی مفروضہ ہے جس کا امکان بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہوتا ــ یعنی اگر برآمد کی مقدار درآمد سے زیادہ ہوتی ــ تو نتیجہ یہ ہوتا کہ فوراً فلز کا رجحان بدل جاتا، دوسرے ممالک اپنے قرضوں سے سبکدوش ہونے کے لیے اس ملک کو سونا روانہ کرتے اور فلز کی برآمد کو روکنے کے اسباب ہی (73) موجود نہوتے، زر بھی ناقص نہونے پاتا بلکہ اس کی حالت اور بھی زیادہ بہتر ہوتی جاتی۔ اس میں شک نہیں کہ زر کی خرابی بسا اوقات حکومت کی غلطیوں اور افلاس کا نتیجہ ہوتی ہے تاہم متعدد مثالیں ہیں ایسی دستیاب ہوتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر معمولی اضافہ درآمد کی وجہ سے بھی براہ راست یا بالواسطہ زر مروجہ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات یہ دونوں اثرات اکٹھا ہو جاتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کا سبب بھی ہوتا ہے اور نتیجہ بھی۔ بعض اوقات حکومتیں محض اپنے اغراض کے لیے کچھ زر کاغذی جاری کرتی ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ درآمد بڑھ جائے گی، مقدار زر کے اضافہ سے قیمتیں چڑھ جائیں گی اور دوسرے بازاروں سے مال کھنچ کھنچ کر یہاں فروخت کے لئے چلا آئیگا۔ چونکہ اشیاے برآمد کی قیمتیں بھی گراں ہو جائیں گی لہذا

بیرونی ممالک میں ان کی فروخت مشکل ہو جائے گی۔ بعض اوقات پہلے درآمد کی مقدار بڑھتی ہے اور بعدازاں حکومتیں زر کاغذی جاری کرکے مقدار زر میں اضافہ کرتی ہیں اور اس طرح ایک نہایت مہلک غلطی کی مرتکب ہوتی ہیں۔ اضافہ درآمد کی وجہ سے جو صورت حال پیدا ہو جاتی ہے وہ اس کو مصنوعی اور ظاہرا طور پر درست کرنا چاہتی ہیں حالانکہ جب تک اس کا اصلی اور بنیادی سبب دور نہ کیا جائے، اصلاح درحقیقت ممکن ہی نہیں۔ زر کاغذی جاری کرکے حکومتیں یہ خیال کرتی ہیں کہ وہ گویا اس طرح اپنے قرضوں سے سبکدوش ہونے کے ذرائع پیدا کر رہی ہیں حالانکہ درحقیقت اس صورت حال کو وہ اور بھی زیادہ ابتر بنا دیتی ہیں۔ کیونکہ اس ترکیب سے بیرونی مال کی درآمد موقوف نہیں ہوتی بلکہ اس میں مزید اضافہ ہونے لگتا ہے۔ جس زمانے میں سونا انگلستان سے کثیر مقدار میں خارج ہو ہو کر امریکہ میں داخل ہو رہا تھا تو لوگ اس صورت حال سے بہت ہی خوفزدہ ہو گئے تھے کہ مانچسٹر و لیورپول میں یہ رائے ظاہر کی گئی کہ بنک کے نوٹ زیادہ مقدار میں جاری کرنے کی اجازت دی جائے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس رائے پر عمل کیا جاتا تو ہمارے زر کا ناقص ہونا یقینی تھا اور جب کسی ملک کا زر ناقص ہو جاتا ہے تو وہاں قیمتیں ظاہرا طور پر گراں ہو جاتی ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ مال درآمد ہونے لگتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ دوسری طرف اس درآمد کی قیمت ادا کرنے میں مزید دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ لہذا اس صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو قسم فاضل بچ رہے وہ آخر کیونکر ادا کی جائے۔ ملک سے سونے کا خروج یہ ظاہر کرتا ہے کہ فی الوقت توازن تجارت اس کے مخالف ہے۔ جب سونا ختم ہو جائے تو دوبارہ توازن قائم کرنے کی بس یہی صورت ہے کہ بیرونی مال کی درآمد اور صرف میں تخفیف کی جائے۔ 74

زر کاغذی کی زائد از ضرورت اجرائی اور مقدار درآمد کا غیر معمولی اضافہ، ان دونوں کے نتائج کے متعلق اوپر جو اظہار رائے کیا گیا، اگرچہ وہ کسی قدر قبل از وقت تھا تاہم اس سے گریز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ ہمیں ایسے قرضداروں کی حالت پر غور کرنا تھا جو یا تو اس لیے کہ درحقیقت سونا دستیاب نہیں ہو سکتا تھا یا اس لیے کہ اس کی برآمد قانوناً منع تھی اپنے قرضوں کی ادائی میں سونا روانہ کرنے سے معذور اور اس لئے سراسر ان لوگوں کے رحم و کرم پر تھے جن کے پاس دوسرے ممالک کے خلاف فروخت کے لیے ہنڈیاں موجود تھیں۔ کیونکہ اگر یہ لوگ اپنی ہنڈیوں کے معاوضہ میں غیر معمولی طور پر زیادہ قیمت طلب کریں تو پھر سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ قرضدار کسی قسم کی 75

کچھ پیداوار خریدیں اور خود اُسے قرضخواہوں کے پاس روانہ کردیں۔ ان صورتوں میں مبادلات کی کمی بیشیوں کا مدار سراسر طلب و رسد کی حالت پر ہوگا اور اگر ہنڈیوں کی طلب ان کی رسد سے بڑھی ہوئی ہو تو اضافہ قیمت کی اصولاً کوئی حد معین نہیں کی جاسکتی۔

لیکن یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایسی صورت میں درآمد و برآمد کی مقدار کچھ عرصے کے لیے حالت توازن میں رہے تو پھر مبادلات کی کمی بیشی کے عام حدود کیا ہوں گے۔ مثلاً فرض کرو کہ سینٹ پیٹرزبرگ کے خلاف ایک ہنڈی، جو روبل میں ادا شدنی ہے، لکھی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس حالت میں زر اسٹرلنگ کی شکل میں اس کی معمولی قیمت کیا ہوگی، واضح ہو کہ اگر روبل بدل پذیر اور درحقیقت ایک چاندی کا سکہ ہوتا تو ایسی حالت میں جبکہ درآمد و برآمد کی مقداریں ایک دوسرے کے مساوی ہیں، مبادلہ بھی حالت مساوات میں ہوتا اور ہنڈی کی معمولی قیمت قدر مساوات کے برابر ہوتی۔ لیکن یہ حالت موجودہ ہنڈی کی قیمت قدر مساوات سے کم ہوگی، کیونکہ خود روس کے اندر روبل کی حالت ناقص ہوگئی ہے۔ لہذا جس قدر نقص واقع ہوا ہے، اس کو قدر مساوات سے منہا کرنے کے بعد جو بچ رہے، وہی اس حالت میں ہنڈی کی معمولی قیمت ہوگی۔ زر کاغذی بمقدار کثیر جاری کرنے اور اس کو بدلنے کے لیے کافی سونا محفوظ نہ رکھنے سے اگر روس کا زر فی الحقیقت ۵ فی صدی اُتر گیا ہے ـــــ خواہ خود باشندگان روس کو اس خرابی کا احساس ہوا ہو ـــــ تو ایسی حالتمیں اندیشہ یہ ہے کہ روبل کی معمولی قیمت زر اسٹرلنگ کی شکل میں مبادلہ مساوات سے ۵ فی صدی کم ہوگی۔ لیکن ہم پھر یہ جتلا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس اصول کی بنا پر کوئی ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ طریق اعتبار کی بدولت، نیز قرضوں کی ادائی بسا اوقات ملتوی کردینے سے برآمد و درآمد کی مقداریں عملاً کبھی ایک دوسرے کے مساوی نہیں ہوسکتیں۔ اب جس قدر قرضوں کے توازن میں اضافہ ہوگا، اسی قدر (کم از کم جہاں تک مبادلات خارجہ کا تعلق ہے) بحالت موجودہ روبل کی قدر گھٹتی جائے گی۔

غرض جب کبھی زر ناقص میں ادا شدنی ہنڈیاں فروخت کی جاتی ہیں تو مبادلات انہی عام اصول کے مطابق کم و بیش ہوتے ہیں۔ لیکن یہ مضمون اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ ہم ایک ایسی مثال پر غور نہ کریں جس میں ایک فریق کے پاس سونا اور دوسرے کے پاس چاندی موجود ہوتی ہے۔ فرض کرو کہ ہامبرگ کے خلاف ایک ہنڈی جو چاندی کی شکل میں ادا شدنی ہے، لندن میں ایک قیمت معینہ پر جو ساورن میں ادا شدنی ہے، خریدی جاتی ہے۔ اب سوال

یہ ہے کہ یہ قیمت کس طرح متعین ہوگی۔

جس استدلال کی مدد سے پہلی صورت میں قیمت معلوم کی گئی تھی، اسی قسم کا استدلال یہاں بھی کام آسکتا ہے۔ سونے یا چاندی کی قدر یا تو قیمت مساوات کے مطابق ہوگی جیسا کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے، ان میں سے کسی ایک پر بمقابل دوسرے کے بڑھوتری دی جائے گی۔ بجز فرانس کے جہاں دو معیاری طریق قائم ہے اور جو اسی بنا پر بعض جداگانہ اور مخصوص اثرات کے تابع ہے، جن ممالک میں چاندی کا زر رائج ہے، وہاں سونا محض ایک معمولی تجارتی شے ہے اور جہاں سونے کا معیار مروج ہے، وہاں چاندی کی یہی حیثیت ہے۔ لہذا جس طرح دوسری تجارتی اشیاء کی قیمتیں بدلتی رہتی ہیں، اسی طرح مبادلات میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اگر لندن میں ہامبرگ کے خلاف کوئی ہنڈی فروخت کرنا ہو تو جو اسباب اوپر بیان کئے جاچکے ہیں ——

77

مثلاً دونوں ملکوں میں سود کی شرح، اعتبار کی حالت اضافی قرضداری وغیرہ وغیرہ ——

ان سب کا لحاظ کرنا ضروری ہے لیکن ان اسباب کے علاوہ ایک اور سبب بھی اس صورت میں بہت کچھ قابل لحاظ ہوگا، یعنی انگلستان میں چاندی کی، یا اسکی برعکس جانیں ہامبرگ میں سونے کی کیا قدر ہے۔ مثلاً جب کبھی مشرقی ممالک کو کثیر مقدار میں چاندی بھیجوانے کی ضرورت ہوتی ہے تو انگلستان میں چاندی کی طلب بڑھ جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ہامبرگ کے خلاف ہنڈیوں کی طلب بہت بڑھ جائیگی کیونکہ چاندی مہیا کرنیکا ایک ذریعہ یہ ہے کہ ایسی ہنڈیاں خرید لی جائیں جنکی وجہ سے خریدار کو ہامبرگ سے چاندی حاصل کرنے کا استحقاق پیدا ہو جائے، انھیں ہامبرگ روانہ کرکے سکھایا جائے اور اپنے کارندوں کو ہدایت کردیجائے کہ اس طرح جو چاندی حاصل ہو اُسے جہاز پر لاد کر انگلستان روانہ کردیں۔ اب اگر انگلستان میں چاندی بڑھوتری پر ہے تو جو لوگ ہامبرگ کے خلاف مطالبات رکھتے ہیں، وہ ہنڈیوں کی قیمت بڑھادیں گے اور اپنے مطالبات کے خریدار سے بڑھوتری کی مقدار وصول کرلیں گے۔ بالفاظ دیگر خریدار کو "مارک بینکو" کی مساوی مقدار حاصل کرنے کے لئے اب نسبتاً زیادہ زر اسٹرلنگ ادا کرنا پڑے گا۔ یا یوں کہئے کہ وہ اپنے پونڈ اسٹرلنگ کے معاوضہ میں اب نسبتاً کم مارک حاصل کرسکے گا۔ مثلاً اگر چاندی بڑھوتری پر نہ ہونے کی صورت میں ایک ساورن کے سوا تیرہ مارک ملتے ہیں تو جب چاندی کی قیمت چڑھ جائے گی تو اس کو کم مارک ملیں گے، شاید صرف ۱۳ ½ مارک ملیں۔ چونکہ مبادلے کی حالت کو بیاں کرنے کے لئے یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک پونڈ کے کتنے مارک بینکو ملتے ہیں، لہذا موجودہ صورت میں یہ کہا جائے گا کہ ہامبرگ

78

کا مبادلہ گر گیا ہے، حالانکہ دراصل ہامبرگ والی ہنڈیوں کی قیمتیں چڑھ گئی ہیں، یعنی سونے کی مساوی مقدار کے معاوضے میں مارک اب پہلے سے کم ملتے ہیں۔ اس کے برعکس فرض کرو کہ ہامبرگ کا ایک تاجر امریکہ سے روئی خریدنے کے لیے سونا فراہم کرنا چاہتا ہے۔ اس غرض سے وہ لندن کے خلاف ہنڈیاں خریدتا ہے کیونکہ ان کی بدولت وہ مطلوبہ دھات حاصل کرسکتا ہے۔ اب اگر ہامبرگ کے دوسرے تاجروں کو بھی اسی مقصد کے لئے سونا درکار ہو تو ظاہر ہے کہ وہ ان ہنڈیوں کو لینے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت کریں گے۔ اور جن لوگوں کے پاس لندن کی ہنڈیاں موجود ہونگی، وہ اس مسابقت سے فائدہ اٹھاکر اپنی ہنڈیوں پر کچھ بڑھوتری وصول کرسکیں گے، یعنی لندن کے خلاف ایک پونڈ والی ہنڈی کے لیے اب وہ پہلے سے زیادہ مارک بنکو طلب کریں گے، ہامبرگ کا مبادلہ چڑھ جائے گا اور فی پونڈ شاید ساڑھے تیرہ مارک ملنے لگیں گے ان حالات میں مبادلات کی کمی بیشیوں کے حدود بآسانی معلوم کئے جاسکتے ہیں، کیونکہ وہ ٹھیک ان حدود کے مطابق ہونگے جو ایک اور مثال میں اوپر ظاہر کئے جاچکے ہیں جبکہ ایک ملک میں تو زر فلزی رائج تھا اور دوسرے کا زر گو ناقص تھا، لیکن وہاں سونے پر بڑھوتری ادا کرنے کی ممانعت نہیں تھی۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں مبادلات کی کمی بیشی کا انحصار بڑھوتری کی مقدار پر ہوگا۔ مثلاً آخر الذکر صورت میں اگر لندن والی ہنڈیوں کے مالک بہت زیادہ مارک طلب کریں، تو جو لوگ خریدنے کے لیے بیچین ہونگے، وہ بجائے ہنڈیوں کے چاندی انگلستان روانہ کردیں گے اور وہاں اُسے سونے کے بدلے میں فروخت کرڈالیں گے۔ یا اگر انگریزی تجار جو مشرقی ممالک کو چاندی بھجوانا چاہتے ہیں، یہ دیکھیں کہ ہامبرگ کی ہنڈیاں فروخت کرنے والے چاندی کی موجودہ بڑھوتری کے تناسب سے بہت زیادہ قیمت طلب کر رہے ہیں تو وہ کسی اور مقام کے خلاف، جہاں سے چاندی فراہم کی جاسکتی ہے، مناسب قیمت پر ہنڈیاں خریدیں گے یا ہامبرگ ہی کو سونا روانہ کرکے اور وہاں حالات موجودہ کے مطابق بٹہ ادا کرکے، اس کے معاوضہ میں چاندی خریدیں گے۔ اس استدلال کی صحت کے لیے یہ فرض کرلینا ضروری ہے کہ ہامبرگ میں سونے کی اور انگلستان میں چاندی کی فروخت ہر وقت ممکن ہے۔ دونوں صورتوں میں ممکن ہے کہ قیمت بعض اوقات اس قدر ادنیٰ ہوجائے کہ خریدار کو دوسری دھات پر بھاری بڑھوتری ادا کرنا پڑے۔ لیکن ہم یہ فرض کرسکتے ہیں کہ فروخت بالعموم ممکن ہوگی اور اس طرح شروح مبادلہ میں کمی بیشی کے حدود معین ہونگے۔ اس نتیجے پر پہنچنے میں یہاں تک تو ایک خاص نوعیت کے معاملات ہمارے پیش نظر

79

80

تھے۔ وہ یہ کہ بعض تجارت پیشہ اشخاص کو دو قیمتی دھاتوں میں سے جا سکر اس دھات کی ضرورت
تھی جو ان کے ملک میں بطور زر کے رائج نہیں تھا۔ لہذا اس کو حاصل کرنے کے لئے ایسے ممالک کے
خلاف ہنڈیاں خریدی گئیں جہاں مطلوبہ دھات سے معیار زر کا کام لیا جاتا تھا۔ لیکن اگر ہم پہلے کی طرح
اس صورت میں بھی قرضداروں اور قرضخواہوں کو بیتیں نظر رکھیں تو پھر بھی اس مسئلے کی صداقت
میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ مثلاً فرض کرو کہ ایک انگریزی تاجر زر ہامبرگ کی کچھ مقدار کا
قرضدار ہے یعنی وہ اس بات پر مجبور ہے کہ چاندی کی شکل میں یہ قرضہ ادا کرے لیکن جب ادائی
قرضہ کا وقت آپہنچتا ہے تو انگلستان میں چاندی معمولی قیمت سے زیادہ گراں ہو جاتی ہے۔ لہذا
وہ اس گرانی کا نقصان برداشت کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ یا تو انگریزی بازار میں گراں
قیمت پر چاندی خریدتا اور اسے ہامبرگ روانہ کرتا ہے، یا پھر ناموافق شرح مبادلہ پر ہامبرگ
کے خلاف ایک ہنڈی خرید لیتا ہے جس کو بھنا کر مارک حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ چاندی کی قیمت
چڑھ جانے سے اُن ہنڈیوں کی قیمت بھی چڑھ جائے گی جو چاندی کی شکل میں ادا کی جاتی ہیں۔ لہذا
خریدار کو اب ایک پونڈ کے بدلے میں نسبتاً کم مارک حاصل ہونگے لیکن اگر ہنڈی بیچنے والا جو قیمت
طلب کرے، وہ چاندی کی گرانی کا لحاظ کرلے پر بھی ناواجبی معلوم ہو تو ایسی صورت میں جن لوگوں کو چاندی
میں قرضہ ادا کرنا ہے، وہ ہنڈیاں نہیں خریدیں گے بلکہ کھلے بازار میں جو چاندی پڑھوتری ادا کرنے کو
ترجیح دیں گے۔ پس سونے اور چاندی کی قیمت میں فرق واقع ہونے سے شرح مبادلہ میں جو کمی بیشیاں
نمودار ہوتی ہیں، ان کی حد بآسانی اور وضاحت کے ساتھ قائم کی جا سکتی ہے۔

اب ہمیں اُن کاروبار کی حالت پر غور کرنا ہے جو فرانس اور انگلستان ایسے دو ملکوں کے
درمیان وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک ملک میں تو زر طلائی کا رواج ہے اور دوسرے میں
زر طلائی و نقروی دونوں ساتھ ساتھ رائج ہیں۔ واضح ہو کہ اس صورت حال کو سمجھنے میں مطلق کوئی
دقت نہیں ہے۔ ہنڈیوں کی قیمتوں میں جو کمی بیشیاں اسی حالت میں نمودار ہوتی ہیں، وہ بجز نہایت ہی
شاذ و نادر اور تقریباً ناممکن اجتماع حالات کے، ہرگز اُن اختلافات کے حدود سے تجاوز نہیں کر سکتیں
جو ایک ہی قسم کے زر والے دو ملکوں کے درمیان واقع ہو سکتے ہیں۔ جو دھات دونوں ممالک میں
مشترک ہوگی مثلاً موجودہ مثال میں سونا، اسی کے اثر سے ان کمی بیشیوں کے حدود معین ہوں گے۔
یہ کس طرح ممکن ہے کہ پیرس کے خلاف ایک عندالطلب ہنڈی کی قیمت اُس مقدار سے زائد ہو جو
سونے کی قیمت اور اس کو پیرس بھجوانے کے مصارف، ان دونوں کو جوڑنے سے حاصل ہوتی ہے۔

81

کیونکہ اگر اس سے بھی زائد قیمت طلب کی جائے تو بجائے ہنڈی کے خود سونا روانہ کردینے میں زیادہ کفایت ہے۔

82 یہ ایک صاف بات ہے کہ جونہی کسی ملک میں سونے یا چاندی پر پڑھوتری ادا ہونے لگتی ہے تو اُس خاص دھات میں ادا ہونے والی ہنڈیوں کی قدر فوراً بڑھ جاتی ہے — لیکن یہ محض اسی صورت میں جبکہ وہ ہنڈیاں کسی اور دھات کی شکل میں روانہ کی جاسکتی ہوں۔ اگر پیرس کے خلاف کسی ہنڈی کی ادائی بولین کے ذریعہ سے بھی ہوسکتی ہے یا پانچ فرانک والے چاندی کے سکے کی شکل میں بھی، تو ظاہر ہے کہ اس حالت میں صرف وہی سکہ ہنڈی کے بدلے میں دیا جائیگا جس کی طلب کمتر ہوگی، یعنی جس پر بمقابل دوسرے کے بٹہ کاٹا جائیگا۔ ایسی ہنڈی کا خریدار یہ بات گوارا نہیں کرے گا کہ محض زر کے ایک حصہ پر پڑھوتری موجود ہونے سے ہنڈی کی قیمت میں اضافہ واقع ہو۔ ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ جب دو ملکوں کے زر تقریباً ایک سے ہوں تو شرح مبادلہ کی کمی بیشیاں کس قدر قطعی طور پر محدود ہوتی ہیں۔ حالت موجودہ میں بھی ان کمی بیشیوں کے حدود اسی طرح معین ہوں گے۔

اس حصہ مضمون کو ختم کرنے وقت ایک مرتبہ اور یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ جو خاص خاص صورتیں بہ طریق تمثیل منتخب کی گئی ہیں، ان میں سے کسی کے متعلق یہ زور دینے کی ضرورت نہیں کہ وہ واقعتہً صحیح بھی ہے۔ جب کبھی کسی خاص مثال کو لیکر اس کی تشریح و تحقیق کرنا مقصود ہو تو جس بات پر ہمیں دراصل اعتماد ہونا چاہئے، وہ مسائل کو سمجھنے کا طریق اور وہ اصول ہیں جنھیں اِس کتاب میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی غرض سے تغیرات قیمت کے ان تمام اسباب پر جن کا خارجی ہنڈیوں کی

83 فروخت کے وقت لحاظ رکھنا ضروری ہے، کسی قدر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ لیکن کسی خاص مثال کو لیکر یہ بتلانا کہ ان مختلف اسباب کو ایک دوسرے سے کیا مناسبت ہے، یا تفصیلی مطالعہ کرکے یہ معلوم کرنا کہ کس حد تک ایک ملک کا زر دوسرے ملک کے زر سے مختلف یا مشابہ ہے، یہ باتیں ہماری موجودہ تحقیق کی وسعت سے باہر ہیں۔

پانچواں باب

84

مبادلات خارجہ کی توجیہ کے متعلق چند خیالات

جس کاروبار کی بدولت مبادلات خارجہ کے مسائل نمودار ہوتے ہیں، ہم انھی کی ابتدا اور نشو و نما کا حال معلوم کرنے میں گزشتہ بابوں میں مصروف رہے۔ نہ صرف مبادلات خارجہ کی سادہ ترین شکلیں ہمارے پیش نظر رہیں بلکہ ان کی پیچیدہ صورتوں پر بھی کافی غور و خوض کیا گیا۔ مقصد ہمارا یہ تھا کہ جن مختلف اسباب کے جمع ہونے سے خارجی ہنڈیوں کی قیمتوں میں متواتر اور اہم تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں، ان کا پتا لگایا جائے۔ چنانچہ اس مضمون کے اصولوں سے واقف ہونے کے بعد اب ہم اس کے عملی اور زیادہ دلچسپ حصے کی طرف قدم بڑھا سکتے ہیں اور اس بات کی تحقیق کر سکتے ہیں کہ عام تجارتی حالات پر اس کا براہ راست کیا اثر پڑتا ہے۔ اُن اسباب یا اثرات سے تو ہم آشنا ہو چکے ہیں جن کے متعلق یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انھی پر مبادلات خارجہ کی کمی بیشیوں کا مدار ہے لیکن اب ہم اس طریقہ کو الٹ سکتے اور انھی کمی بیشیوں کو پیش نظر رکھ کر ان کے اسباب کا وجود ثابت کر سکتے ہیں اور مبادلات خارجہ کے اس خاص اور قابل قدر پہلو پر غور کر سکتے ہیں جس کی بدولت وہ تجارت وزر کے موجودہ حالات کا ایک بہت ہی صحیح مقیاس تصور کیے جاتے ہیں۔ لیکن مبادلات خارجہ کا فائدہ اسی پر ختم نہیں ہوتا۔ 85 ایک طرف تو وہ تجارت پیشہ جماعت کے لیے ایک ایسا ذریعہ مہیا کر دیتے ہیں جس کی بدولت صحیح تجارتی حالت کا پتا لگایا جا سکتا ہے۔ اور دوسری طرف وہ خلل ڈالنے والے اسباب کو اس قدر وضاحت کے ساتھ ظاہر کر دیتے ہیں کہ اگر ان کو صحیح طور پر سمجھ لیا جائے تو خود بخود ایسی ترکیبیں سمجھائی دیتی ہیں

جن کی بدولت خطرے سے نجات حاصل کی جا سکتی، اور خوف و وحشت کے تیز و تند عمل میں اعتدال پیدا کیا جا سکتا ہے۔

عام خیال کے مطابق مبادلات کا کام یہ ہے کہ ملک کے اندر تجارت وزر کی صحیح حالت کو ظاہر کریں۔ چنانچہ اسی خیال کو ظاہر کرنے کے لیے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ "مبادلات کی حالت موافق یا ناموافق ہے"۔ بنک کے کاروبار سے متعلق جس قدر بحث و مباحثے ہوتے ہیں، ان میں یہ اصطلاح اس قدر کثرت کے ساتھ استعمال کی جاتی ہے کہ یہاں بلا اظہار رائے اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں تک علم المعیشت کے مباحث کا تعلق ہے، اس اصطلاح کے ذریعہ سے ملک کی عام مرفہ الحالی کو ظاہر کرنا صحیح نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ ابتدا میں اس اصطلاح کی بدولت لوگوں کے دلوں میں یہ غلط مسئلہ جاگزیں ہو گیا ہو کہ تجارت کا مقصد سونا اپنی طرف کھینچنا ہے، یا یہ کہ جس ملک میں سیم وزر کثیر تر بن قوت کے ساتھ داخل ہوتے ہیں وہ لازمی طور پر خوشحال ہو گا۔ لہٰذا اگر مبادلات ایسی حالت میں ہوں کہ ان کی بدولت ملک میں سیم وزر کے داخل ہونے کا قرینہ ہے تو یہ صورت ملک کے لیے موافق سمجھی جائے گی اور برخلاف اس کے اگر ہنڈیوں کی قلت کے باعث قیمتی دھات باہر روانہ کرنے کی ضرورت پڑے تو یہ صورت حال ملک کے حق میں بہت ناموافق تصور کی جائے گی۔ ممکن ہے کہ ابتدا میں اس اصطلاح کی بدولت اس قسم کے غلط خیالات پیدا ہو گئے ہوں لیکن معاملات زر یا بنکداری کے نقطہ نظر سے یہ اصطلاح بالکل صحیح ہے۔ قوانین موجودہ کے مطابق تمام رقمی معاہدات کی ادائی یا تو زر طلائی کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے یا کسی ایسے زر کاغذی کے توسط سے جو سونے کے ساتھ بدل پذیر ہو۔ تاجروں کو یہ اختیار ہے کہ رقم خواہ سونے کی شکل میں ادا کریں یا بنک نوٹ کی شکل میں لیکن انگلستان بنک کو ایسا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ وہ از روئے قانون اس بات پر مجبور ہے کہ جس وقت مطالبہ کیا جائے، فوراً اپنے نوٹوں کے معاوضہ میں سونا ادا کر دے۔ لہٰذا تمام بنکداروں اور تجارت پیشہ طبقے کے نزدیک اس بات کی بہت بڑی اہمیت ہے کہ ملک کے اندر سونا کافی مقدار میں ہمیشہ موجود رہے تاکہ اس قسم کے معاہدات کو پورا کرنے میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ جب تک کہ قوانین زر اپنی موجودہ حالت میں جاری ہیں، یہ سوال خارج از بحث ہے کہ یہ قانون کس حد تک قرین عقلمندی ہے۔ بہ حالات موجودہ ایک تاجر یا بنکدار ایسی صورت حال کو ناموافق تصور کریگا جس کی بدولت ملک کے اندر سونے کی مقدار میں خطرناک طور پر تخفیف واقع ہو جائے۔ برخلاف اس کے اگر اس مقدار میں اضافہ ہونے لگے

86

تو وہ اس کیفیت کو مبادلات کے موافق ہوجانے سے تعبیر کرے گا۔ لیکن جب سونے کی مقدار
بدیہی طور پر کافی ہو تو پھر بھی مزید سونا جمع کرنا نہ مفید ہے اور نہ مناسب اور اگر ایسی کوشش کی گئی
87 تو یہ طرز عمل بنکداری کے نقطہ نظر سے بھی غلط سمجھا جائیگا۔ جب اغراض زر کے لیے کافی مقدار میں
سونا محفوظ کرلیا جاتا ہے تو پھر "مبادلہ موافق" کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ لہذا ان حدود پر پہنچنے کے
باوجود اس اصطلاح کا استعمال بجا طور پر قابل اعتراض سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ اگر عارضی طور پر کسی ایک مقام
میں سونا از اندازہ ضرورت جمع ہوجائے تو یہ صورت حال ہرگز مفید نہیں ہوتی بلکہ الٹے مضر ثابت ہو تو کوئی
تعجب نہیں۔ غرض اس اصطلاح کے مناسب حدود کو ہمیشہ وضاحت کے ساتھ پیش نظر رکھنا چاہئے
اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا صحیح استعمال وہی ہے جبکہ اس سے اپنی قانونی ذمہ داریوں کو پورا
کرنے کے متعلق، بنکداروں کے طبقے کی تشویش یا طمانیت کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے
کہ "موافق اور ناموافق" مبادلات کے الفاظ عملاً جس قسم کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں، ان کا
لحاظ کرتے ہوئے اس اصطلاح کے استعمال میں درحقیقت کوئی قباحت نہیں ہے۔ معاشیین کا یہ
بیان ان کے اپنے نقطہ نظر سے بالکل صحیح ہے کہ جہاں تک بہ حیثیت مجموعی تمام ملک اور مختلف
اشیاء کے باہمی مبادلے کا تعلق ہے برآمد و درآمد ہمیشہ حالت توازن میں رہتی ہیں اور "ناموافق
توازن تجارت" اور "ناموافق مبادلات" یہ دونوں اصطلاحات مغالطہ آمیز ہیں لیکن تاجروں
اور بنکداروں پر ہمیشہ یہ خیال غالب رہتا ہے کہ مبادا کسی وقت درآمد کی مقدار اس قدر بڑھ جائے
کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو فوراً پورا کرلے سے قاصر رہیں۔ کیونکہ درآمد و برآمد کی قیمتیں گو بالآخر ایک
دوسرے کے مساوی ہوتی ہیں، تاہم طریق اعتبار کی بدولت دونوں کی ادائی کا وقت ایک دوسرے
88 سے منطبق نہیں ہوتا۔ مزید برآں انھیں ایک اور تشویش یہ لگی رہتی ہے کہ آیا وہ اپنی ذمہ داریوں کو
حسب معاہدہ اسی خاص طریق پر یعنی سونے یا بدل پذیر نوٹوں کی شکل میں ادا کرسکیں گے یا نہیں۔
غرض ان تمام امور کو واضح طور پر سمجھ لینا نہایت ضروری ہے تاکہ لوگ کہیں یہ فرض نہ کرلیں کہ یہ کوئی
مختلف الآراء مسئلہ ہے۔ کیونکہ جو کچھ اختلاف ہے وہ اصل مسئلہ کے متعلق نہیں بلکہ ایک علمی اصطلاح
کے اطلاق میں ہے۔ لہذا جب کبھی مسائل بنک کی کتابوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ مبادلات کسی خاص ملک کے موافق ہیں تو
اسوقت صرف اس واقعہ کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ اس ملک میں جسقدر ہنڈیاں بیرونی شہروں کے خلاف لکھی گئی ہیں
انکی فروخت مشکل ہے۔ اور خود اسکے خلاف بیرونی علاقوں سے جو ہنڈیاں لکھی گئی ہیں وہ بڑھوتری پر ہیں جس سے ظاہر ہوتا
ہے کہ بالآخر اس ملک میں سونے کی درآمد لازمی ہے۔ اسطرح جب یہ کہا جاتا ہے کہ مبادلات ناموافق ہیں تو ایک ایسی صورت حال

کی تشریح منظور ہوتی ہے جس میں بیرونی ہنڈیوں کی طلب بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ سے ان کی قیمتیں اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ بالآخر ملک سے سونے کی برآمد ناگزیر ہو جاتی ہے۔

89

قبل اس کے کہ ہم شرح مبادلہ کی کمی بیشیوں کی توجیہ پر غور کریں ایک اور امر کی طرف توجہ منعطف کرانا ضروری ہے۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ جس چیز پر سونے کی درآمد و برآمد اور اس کی سمت کا انحصار ہے وہ میعادی نہیں بلکہ درشنی (قلیل المہلت) ہنڈیوں کی قیمت ہے۔ اکثر اسباب قدر تو میعادی اور درشنی (قلیل المہلت)، دونوں قسم کی ہنڈیوں پر برابر برابر اثر ڈالتے ہیں لیکن اول الذکر ہنڈیوں پر ان کے علاوہ شرح سود اور مسئلہ اعتبار کا بھی اثر پڑتا ہے اور اس وجہ سے ان کی قیمت کی کمی بیشیوں میں کچھ الٹ پھیر واقع ہوتا ہے کہ ان کو دیکھ کر سونے کی رفتار کا کوئی قابل اعتبار یا ٹھیک ٹھیک پتا نہیں لگایا جا سکتا۔ اگر کسی خاص شہر کے خلاف ہنڈیوں کی طلب ہو تو ایسی تمام ہنڈیوں کی قیمت عام اس سے کہ وہ میعادی ہوں یا غیر میعادی (درشنی) چڑھ جائے گی۔ یہی عام رجحان ہے۔ لیکن فرض کرو کہ اس شہر کے اندر شرح سود بہت اعلیٰ نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں غیر میعادی ہنڈیوں کی قیمتوں میں جس تناسب سے اضافہ ہوگا، میعادی ہنڈیوں کی قیمت اسی تناسب سے نہیں بڑھے گی جب تک کہ ان آخر الذکر ہنڈیوں کی قیمت سے بٹہ مہاجنہ کیا جائے، وہ درشنی ہنڈیوں کی طرح فوراً وصول طلب نہیں ہوتیں لہٰذا خریدار کو اس بٹے کا بار اٹھانا پڑے گا، اور جس قدر بٹے کی شرح میں اضافہ ہوگا اسی قدر وہ ارزاں قیمت کا طالب ہوگا تاکہ اس کو اس بار کا معاوضہ حاصل ہو جائے۔ اسی طرح ہنڈی کی میعاد ختم ہونے تک جو خطرہ برداشت کرنا پڑتا ہے، اس کا بھی اُسے معاوضہ دینا پڑے گا۔

تجارت کی عام حالت کو ظاہر کرنے کے لحاظ سے درشنی یا غیر میعادی ہنڈیوں کی قیمت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اور جہاں تک میعادی ہنڈیوں کا تعلق ہے، وہ بمقابل عند الطلب یعنی درشنی ہنڈیوں کے زیادہ تر شرح سود اور اعتبار کی حالت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

90

حاصل کلام یہ کہ بعض صورتوں میں (مثلاً لندن اور پیرس کے درمیان) قلیل المہلت مبادلات بہت زیادہ نمایاں ہوتے ہیں اور بعض دوسری صورتوں میں، جیسا کہ سیٹ پیٹرز برگ کی مثال سے ظاہر ہے، چند ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ صرف میعادی ہنڈیاں کافی مقدار میں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ اس امتیاز کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد اب ہم اس سوال کی تشریح

کر سکتے ہیں کہ اگر کسی خاص وقت پر مبادلات خارجہ کے مظاہرات کی توجیہ کرنا مقصود ہو تو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ گزشتہ تمام دلائل پر بہ حیثیت مجموعی نظر ڈالنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سب سے زیادہ جس بات کا یاد رکھنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ کمی بیشیاں محض کسی ایک سبب کا نہیں بلکہ متعدد اسباب کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ کوئی قابل اعتبار رائے اس وقت تک قائم نہیں کی جاسکتی جب تک کہ یہ ثبوت بہم نہ پہنچایا جائے کہ بجز ایک سبب کے جس کے صحیح اور ممکن ہونے کا گمان ہے اور جو اسی بنا پر منتخب کر لیا گیا ہے، کوئی اور سبب درحقیقت اپنا عمل نہیں کر رہا ہے۔ جو لوگ علمی مباحث پر سطحی نظر ڈالا کرتے ہیں وہ اکثر ایک غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کسی واقعے کی توجیہ کے لیے ایک خاص سبب کا بتا دینا کافی ہے اور یہ خیال نہیں کرتے کہ اس سے کہیں زیادہ اہم یہ ثابت کرنا ہے کہ کوئی اور سبب جس سے یہی نتائج برآمد ہو سکتے ہیں، اس وقت عمل پیرا نہیں ہے۔

91

اس مغالطے کی وجہ سے مالیات تجارت کے مسائل میں صحیح فیصلے تک پہنچنے کے لیے جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ کسی اور موقعہ پر اس کی بدولت پیش نہیں آتیں۔ ممکن ہے اس کی یہ وجہ ہو کہ ان مسائل میں جن واقعات سے سابقہ پڑتا ہے، وہ اس قدر پیچیدہ اور الجھے ہوئے ہوتے ہیں کہ جونہی مشکل حل ہونے کی کوئی واضح اور قابل فہم صورت نظر آجاتی ہے تو اس کو کافی اطمینان بخش تصور کر لیا جاتا ہے اور مزید جانچ پڑتال کی کوئی پروا نہیں کیجاتی۔ مبادلات کے مطالعے کا آدھا فائدہ اس وجہ سے مفقود ہو جاتا ہے کہ جو کوئی توضیح ابتداءً صحیح و مناسب نظر آتی ہے، لوگ اسی پر اکتفا کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ فرض کرو کہ ہامبرگ اور لندن کے باہمی مبادلہ کے متعلق کوئی استدلال کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں مقامات میں جو زر مروج ہیں، وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں جس کی وجہ سے چاندی پر بڑھوتری ادا کی جاتی ہے۔ اب اگر یہ استدلال محض توازن تجارت پر مبنی ہو اور چاندی پر بڑھوتری ادا ہونے سے قیمت میں جو فرق پیدا ہو جاتا ہے، اس کا کوئی لحاظ نہ کیا جائے تو اس حالت میں جس قدر عجیب عجیب غلطیاں سرزد ہوں، کم ہیں۔ اسی طرح روسی مبادلات کے متعلق محض یہ خیال کر لینا کافی نہیں ہے کہ وہ ملک کی بے انتہا قرضداری کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ اترے ہوئے زر کے اثر کا بھی لحاظ کرنا ضروری ہے۔

غرض جن مختلف اسباب کے اثر سے ہنڈیوں کی قیمتیں متاثر ہوتی ہیں، ان سب کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اگر اس اصول کی اہمیت کو محسوس کرنا مقصود ہو تو ۱۸۶۱ء کے آغاز میں امریکہ کے مبادلات کی غیر معمولی رفتار پر نظر ڈالی جائے، جس سے صرف اس اہمیت کی ایک

نمایاں مثال دستیاب ہوگی بلکہ عام مسئلہ توجیہ کی بھی کافی وضاحت ہو جائے گی۔ واقعہ یہ تھا کہ سونے کی ایک کثیر مقدار یورپ سے روانہ ہو کر ریاستہائے متحدہ میں داخل ہوئی۔ لہذا سوال یہ تھا کہ اس واقعے کا کیا سبب ہے۔ اب ہر شخص اس سبب کے متعلق ایک جداگانہ نظریہ پیش کرنے لگا حالانکہ دراصل یہ واقعہ زیادہ ترین الاقوامی قرضداری کا نتیجہ تھا۔ لیکن کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اکثر اشخاص ایک زمانے تک اس حقیقت کو سمجھ نہ سکے اور یہ کئی ماہ تک انھوں نے اس کو صاف طور پر تسلیم کیا۔ بجائے اس کے کہ سب سے پہلے باہمی قرضداری پر نظر ڈالی جاتی، دوسری قسم کی توضیحات پیش ہونے لگیں، مثلاً یہ کہ ریاستہائے متحدہ میں بحرانی روز بروز بڑھ رہی تھی اور یہ اندیشہ تھا کہ کہیں خوفناک نتائج پیدا ہوں، یا یہ کہ انگریز اصلداروں نے تخمینوں میں بہت زیادہ روپیہ لگا دیا تھا، لیکن درحقیقت یہ تمام توضیحات محض فرضی تھیں اور اصل راز اسی بین الاقوامی قرضداری میں مضمر تھا۔ البتہ اسی قرضداری سے متعلق چند ایسی تبدیلیاں کی گئی تھیں جن کی وجہ سے سونا بہ عجلت روانہ ہونے لگا اور روانگی کی رفتار معمول سے زیادہ تیز ہوگئی۔ مثلاً اہل امریکہ نے انگلستان کے خلاف اپنے مطالبات کی بنا پر ہنڈیاں لکھنے میں عجلت کی، انگریزی مصنوعات کا منگوانا ملتوی کر دیا اور اپنے مال کی برآمد میں خواہ مخواہ غیر معمولی اضافہ کیا حتیٰ کہ اکثر ایسی چیزیں بھی روانہ کر دیں جو اہل یورپ کو مطلوب نہ تھیں۔ لیکن سب سے پہلا سبب جس کی وجہ سے مبادلات گر گئے اور سونا امریکہ میں داخل ہونے لگا، وہ یہی تھا کہ امریکہ سے آٹے اور گیہوں کی برآمد بہ مقابل بیرونی اشیاء کی درآمد کے بے انتہا زیادہ تھی۔ مزید برآں اس سال روئی کی فصل بھی وہاں غیر معمولی طور پر کامیاب ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اگر سیاسی حالات اسقدر نازک نہ بھی ہوتے، تب بھی سونا یورپ سے امریکہ کو روانہ کیا جاتا اور یہی یقیناً وہ نکتہ ہے جس کو پیش نظر رکھ کر یہ سوچنا چاہیئے تھا کہ آیا سونے کی برآمد جاری رہے گی یا بند ہو جائے گی۔ جب سونے کی برآمد کا آغاز ہوا تو بعض لوگ اس بات پر مُصر تھے کہ وہ محض تخمین کا نتیجہ ہے اور سونا روانہ کرنے والے تاجر سراسر احمق ہیں، کیونکہ ان کی پیش گوئی کے بموجب غالباً انھی جہازات میں وہ سونا لوٹنے والا تھا۔ ان لوگوں کی غلطی یہ تھی کہ انھوں نے نیویارک کے ذخیرۂ طلا، امریکی تمسکات کے تخمینے اور اصلداروں کے کاروبار، صرف انھی امور پر نظر ڈالی اور تھوڑی دیر کے لیے یہ نہیں سوچا کہ انگلستان اور یورپ محض مال درآمد کے معاوضے میں امریکہ کو سونا روانہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ ذرا غور کرنے سے وہ صاف طور پر اس واقعے کو سمجھ سکتے تھے۔

93

ایک طرف تو نیویارک میں سونے کا ذخیرہ جمع ہو رہا تھا اور دوسری طرف یورپ میں اس کی مقدار گھٹ رہی تھی۔ چنانچہ اکثر لوگ اس واقعے پر متواتر زور دینے لگے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ لازماً سونا یورپ کو دوبارہ واپس ہوگا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس نتیجے کے وقوع پذیر ہونے کے لیے مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کسی نہ کسی صورت کا پیش آنا ضروری ہے۔ کیونکہ سونا یا تو اس لئے واپس ہوگا کہ امریکہ والے ہمارے قرضدار ہیں اور اپنے قرضوں سے سبکدوش ہونے کے لیے سونا بھجوا دیتے ہیں، یا یہ کہ انگریزی مصنوعات کے لیے امریکہ سے بکثرت آرڈر دئیے جاتے ہیں یا امریکہ کے جو تمسکات انگریزوں کے پاس موجود ہیں وہ واپس منگوائے جاتے ہیں، لہٰذا ان چیزوں کی ادائی کے لیے سونا روانہ کر دیا جاتا ہے۔ یا یہ کہ انگریز اصلداروں کو وہ بطور قرض کے دیا جاتا ہے کیونکہ انگلستان میں بمقابل امریکہ کے زر گراں ہو جانے کا قرینہ ہے۔ غرض جو لوگ اس بات کے مدعی تھے کہ سونا واپس ہو جائے گا، ان پر یہ ثابت کرنا لازم تھا کہ ان صورتوں میں سے ایک نہ ایک صورت ظہور پذیر ہوگی۔ پہلی صورت کا تعلق تو ایک واقعے سے تھا، یعنی کیا اہل امریکہ درحقیقت یورپ والوں کے زیادہ قرضدار تھے۔ دوسری صورت میں زیادہ تر قیاس کو دخل تھا، یعنی کیا اس بات کا قرینہ تھا کہ امریکہ والوں کو پھر کافی سرمایہ حاصل ہو جائیگا اور وہ نئے نئے تجارتی کاروبار میں حصہ لینے لگیں گے۔ تیسری صورت میں بھی اختلاف رائے کی بہت کچھ گنجائش موجود تھی، یعنی آیا یہ بات قرین قیاس تھی یا خلاف قیاس کہ ایک زبردست قومی مصیبت کے وقت نیویارک کے بنکدار اپنا اصل جو اس قدر سرعت کے ساتھ جمع ہو گیا تھا، کاروبار میں لگانے اور منافع کمانے کی غرض سے یورپ روانہ کریں گے۔

یہی وہ سوالات تھے جن کے حل ہونے پر سونے کے جلد یا دیر سے واپس ہونے کا انحصار تھا۔ لہٰذا چاہئے یہ تھا کہ انہی پر بحث مباحثہ کیا جاتا۔ لیکن بجائے اس کے یوں استدلال کرنا کہ ۱۸۵۷ء میں امریکہ کو جو سونا روانہ کیا گیا تھا، وہ فوراً واپس ہو گیا تھا لہٰذا ۱۸۶۱ء میں بھی یہی نتیجہ برآمد ہوگا، گویا ایک فاش غلطی کا ارتکاب کرنا تھا۔ کیونکہ اس استدلال سے ایک بنیادی اور ابتدائی عامل ـــ یعنی اضافی قرضداری ـــ جس پر مبادلات خارجہ کے تغیرات کا انحصار ہے، نظر انداز ہو جاتا ہے۔ ۱۸۵۷ء میں اہل امریکہ یورپ والوں کے بے انتہا قرضدار ہو گئے تھے لیکن ۱۸۶۱ء میں اہل یورپ امریکہ والوں کے بہت زیادہ قرضدار تھے اور اسی ایک واقعے میں دراصل اس تمام صورت حال کا راز مخفی تھا۔ اول الذکر حالت میں ریاستہائے متحدہ کو سونا روانہ کرنا ایک صریحاً خلاف عقل حرکت تھی، گویا

اس کے یہ معنی تھے کہ قرضدار سے رقم وصول کرنے کی بجائے اس کو مزید قرضہ عطا کیا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے آخر الذکر موقعے پر سونے کی برآمد ایک بالکل قدرتی اور ناگزیر بات تھی کیونکہ اس کا مقصد ایک واجب الادا قرضے سے سبکدوش ہونا تھا۔ فرق صرف اس قدر تھا کہ ادائی قرضہ میں کسی قدر عجلت کی گئی اور معمولی عملدرآمد سے تھوڑا سا گریز کیا گیا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ قرضخواہ (یعنی اہل امریکہ) ایک سخت سراسیمگی کے خطرہ میں یکایک مبتلا ہو گئے۔ اور اس بات پر اصرار کرنے لگے کہ جو کچھ رقمیں انھیں وصول طلب ہیں، وہ فوراً حاصل ہو جائیں۔ اس زمانے میں یہ بات انھیں سخت ناگوار تھی کہ ان کے مطالبات کا تصفیہ ذرا بھی ملتوی ہو بلکہ وہ جس قدر قبل از وقت طے ہو جائے، اسی قدر وہ اپنے لیے مناسب خیال کرتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں نے فوراً اپنی ہنڈیاں نکالیں اور دہشت زدہ ہو کر بازار میں انھیں زبردستی فروخت کرنے لگے۔ لیکن بازار میں ایسے لوگ بہت کم دکھائی دیتے تھے جو اہل یورپ کے قرضدار ہوں اور اپنے قرضوں سے سبکدوش ہونے کے لیے ان ہنڈیوں کو خریدیں کیونکہ تجارت کی پہلی سی گرم بازاری باقی تھی اور نہ جدید فرمائشوں کا سلسلہ جاری تھا اور جو کچھ کاروبار اس خطرناک حالت کے شروع ہونے سے پہلے ہی انجام پا چکے تھے، ان کی ادائی بھی ایک خاص وجہ سے غیر معمولی طور پر جلد ہو چکی تھی۔ وہ یہ کہ مغربی ریاستوں میں غلے کی فصلوں کو اس سال بہت زیادہ کامیابی ہوئی تھی جس کی وجہ سے یہ علاقے خاص طور پر زیادہ خوشحال تھے اور اپنی ذمہ داریوں سے جلد سبکدوش ہو گئے تھے۔ اس طرح نیویارک میں جن لوگوں نے ہنڈیاں خریدیں وہ کچھ اپنے قرضوں کی ادائی کے لیے نہیں بلکہ صرف اس لیے کہ انگلستان سے ہنڈیوں کے بقدر سونا پہنچنے تک وہ فروشندوں کو رقم دینے پر آمادہ تھے۔ اب ظاہر ہے کہ ہر شخص ہنڈیاں لے کر اس طرح پیشگی رقم دینے پر آمادہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ کام تو صرف نیویارک کے بنکداروں کا تھا چنانچہ جس قدر سونا روانہ کیا گیا اس کی ایک بہت بڑی مقدار اسی قسم کی پیشگی رقموں کی ادائی کے لیے تھی۔ اگر دہشت کا اثر نہ ہوتا تو انگلستان میں شرح سود بلند ہونے سے سونے کی برآمد کم از کم ہنڈیوں کی میعاد ختم ہونے تک تو ملتوی ہو ہی جاتی اور ہنڈیوں کی رقمیں زیادہ مدت تک انگلستان میں رہتیں۔ اس صورت میں یا تو ان کی حیثیت ایک قرضے کی سی ہوتی جو کچھ مدت کے لیے بنکداروں کو دیا گیا ہے، یا ان رقموں سے کسی نہ کسی قسم کا تجارتی مال و سامان خریدا جاتا جو بجائے سونے کے امریکہ روانہ کیا جاتا۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا ان کے علاوہ کوئی اور صورت بھی ممکن تھی۔

96

ممکن ہے کوئی شخص یہ سوال کرے کہ اگر توازن تجارت، اپنے سیدھے سادے معنی کے لحاظ سے امریکہ کے موافق تھا، یعنی اہل امریکہ کی ذمہ داریاں بہ مقابل ان کے مطالبات کے کم تھیں تو پھر نیویارک میں خوف و دہشت کی کیا وجہ تھی جواب بالکل ظاہر ہے۔ زر کے نقطہ نظر سے نہ صرف یہ کہ خوف و دہشت کی کوئی وجہ ہی نہیں تھی بلکہ اس کے برعکس اطمینان اور اعتبار کے بدیہی اسباب موجود تھے۔ یہ ممکن ہے کہ ہنڈیاں بھیجنے والے پہلے ہی سے یہ محسوس کرلیں کہ مقام زر سے اوپر ہنڈیاں فروخت کرنا مشکل ہے۔ لہذا قبل اس کے کہ قیمت اس مقام سے گر جائے انھیں چاہئے کہ اپنی ہنڈیاں فروخت کرلے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اگر ان کی ہنڈیاں فروخت نہوں تو وہ انھیں یورپ بھجوالے اور وہاں سے ان کے بعدر سونا منگوالے پر مجبور ہوں گے۔ ایسی صورت میں اگر خوف و دہشت کی کوئی گنجائش تھی تو صرف اس قدر کہ آیا سونا پہنچنے تک کام چلانے کے لیے انھیں کچھ رقم ملجائیگی۔ جب تمام دنیا کسی قوم کی قرضدار ہو تو ظاہر ہے کہ وہ بہ حیثیت مجموعی اپنے مبادلات اور بازار زر کی حالت سے خوفزدہ نہیں ہوسکتی، خاص کر اس صورت میں جب کہ اس کے قرضداروں کا اعتبار ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہو۔ لہذا اس سال امریکہ میں جو کچھ خوف و دہشت طاری ہوئی وہ محض سیاسی اسباب کا نتیجہ تھی۔ جن لوگوں کے پاس فروخت کے لیے ہنڈیاں موجود تھیں وہ انھی اسباب سے متاثر ہوکر ایک دوسرے سے کم قیمت لینے کے لئے آمادہ تھے، تاکہ انھیں فوراً رقم حاصل ہوجائے۔ اگر وہ اپنی ہنڈیاں انگلستان بھجواتے اور وہاں سے ان کے بمقدر سونا منگواتے تو یقیناً انھیں بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوتا۔ لیکن فوری رقم کی خاطر انھوں لے اس کی پرواہ نہیں کی اور کمتر قیمتوں پر اپنی ہنڈیاں فروخت کردیں۔ یہی وہ عجلت تھی جس کی وجہ سے نیویارک کے تاجروں کو اس بات کی ترغیب ہوی کہ ہر قسم کی پیداوار باہر روانہ کردیں اور جلد سے جلد اس کی قیمت حاصل کرلیں، حالانکہ معمولی حالات میں اس پیداوار کی برآمد ممکن نہوتی، کیونکہ ایک طرف تو ریاستہائے متحدہ میں اضافہ زر کی وجہ سے قیمتیں چڑھ جاتیں اور دوسری طرف یورپ میں زر کی مقدار گھٹنے سے قیمتیں یقیناً گر جاتیں۔ عام طور پر کسی ملک کے بازار زر میں لوگ اس وقت خوفزدہ ہوتے ہیں جبکہ مبادلات اس کے ناموافق ہوں لیکن مبادلات کی حالت تو غیر معمولی طور پر ملک کے موافق ہو اور پھر بھی وہاں لوگوں پر خوف و دہشت طاری ہو، ایسی کوئی صورت شاذ و نادر ہی کبھی پیش ہو تو ہو۔

97

مختصر یہ کہ "مبادلات موافق" کی اصطلاح سے زر کا ایک سیدھا سادہ واقعہ مراد ہے۔

98

اس سے تجارت کی خوشحالی کے متعلق کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا۔ اگر ان حدود کے اندر یہ اصطلاح استعمال کی جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس سے جو اشتباہ پیدا ہوسکتا ہے، اس کا اندازہ مذکورۂ بالا مثال سے بہ آسانی کیا جاسکتا ہے۔ جب مبادلات ایسے نقطے پر پہنچ گئے کہ انگلستان سے امریکہ سونا روانہ کرنے کی ضرورت صاف طور پر محسوس ہونے لگی، تو اس اصطلاح کے مطابق، مبادلات امریکہ کے حق میں بہت موافق اور ہمارے حق میں بہت مخالف تھے۔ باوجود اس کے امریکہ سے غلہ اور روئی برآمد کرنے والے طبقے ہی کو اولاً اس صورت حال سے سب سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ کیونکہ سونا روانہ کرنے کے گراں مصارف اور اس کے متعلقہ نقصانات کا بار انھی پر پڑا۔ دوسری طرف کوئی کہنے والا، کسی قدر بظاہر معقولیت کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ انگریز قرضداروں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ کیونکہ ان کے لئے یہ بات چنداں اہم نہ تھی کہ وہ ہنڈیاں خرید کے ہوئے پر انھیں کس طرح ادا کریں ــــ آیا رقم ایسے ٹرسٹیوں کے حوالے کردیں جن کے پاس معمولی حالات میں امریکہ سے اسکے مالکوں کی ہنڈیاں وصول ہونگی، یا اپنے امریکی قرضخواہوں کے حکم سے اور انھی کے حساب میں، بذریعۂ جہاز سونا روانہ کردیں لیکن اس میں ایک حد تک مغالطہ ہے کیونکہ برآمد کرنے والے کو جو خرچ اٹھانا پڑتا ہے، وہ اکثر و بیشتر حالات میں برآمد شدہ پیداوار کے صارف پر عائد ہوتا ہے۔ اس حد تک تو برآمد کرنے والے کا مفاد اور غیر ملک کا مفاد، دونوں ایک ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ جس وجہ سے برآمد شدہ چیز کے مصارف میں اضافہ ہوجاتا ہے، اس کا بار یا تو برآمد کرنے والے پر پڑنا چاہئے، یا اس کی پیداوار کے صارف پر۔ لہذا ان دونوں کا مشترک مفاد اس میں ہے کہ اس قسم کا کوئی اضافہ نہ واقع ہو۔ فلز روانہ کرنے کے مصارف سے اس قسم کا اضافہ واقع ہوتا ہے۔ لہذا اگر ایسے مصارف لاحق ہوں تو یہ صورت برآمد کرنے والے کے مفاد کے خلاف ہوگی اور اس ملک کے مفاد کے خلاف بھی جہاں پیداوار برآمد کی جاتی ہے۔

پس ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مبادلات کی ایسی حالت جو کسی ملک میں سونے کی درآمد کا باعث ہوتی ہے، وہ اس ملک کے درآمد کرنے والوں اور صارفین کے حق میں تو موافق ہوتی ہے لیکن تجارت برآمد پر اس کی وجہ سے مزید بار عائد ہوتا ہے۔ مگر چونکہ یہ مزید بار، جو تجارت برآمد پر عائد ہوتا ہے، مذکورۂ بالا مفروضے کے مطابق بالآخر غیر ملکوں کو ادا کرنا پڑتا ہے، اس لیے یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ مبادلات کی جو حالت ظاہر کی گئی ہے، وہ ایک معنی میں زیر بحث ملک کے حق میں موافق اور ان اغیار کے حق میں جن کے ساتھ تجارت کی جارہی ہے، ناموافق ہے۔ یہ

صورت حال زیادہ وضاحت کے ساتھ پیش نظر ہو جائے گی، اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض کرلیں (اور یہ بات جزئی طور پر صحیح بھی ہے) کہ کسی ملک کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اُسے دوسرے ملک سے خود لے آتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر اُس ملک کی تجارت برآمد کا انتظام فرانس کے طریقے پر قائم ہے۔

100 گویا ریاست ہائے متحدہ سے جو روئی اور غلہ روانہ کیا جاتا ہے، وہ امریکی فروشندوں کے حساب میں نہیں بلکہ انگریز خریداروں کے حساب میں، جنھوں نے فرانسیسی بھیجی تھیں، لکھا جاتا ہے۔ اگر کوئی غیر ملکی خریدار کوئی شے اُس مقام سے خریدے جہاں وہ پیدا ہو رہی ہے، اور یکایک برآمد پر کوئی مزید خرچ عائد ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس کا بار اسی کو برداشت کرنا چاہئے۔ پس اگر مبادلات یکایک گر جائیں اور اس وجہ سے اُس کی ہنڈی، جو اُس نے اپنے لندن کے گھرانے کے نام لکھی تھی، کم قدر بن جائے اور اپنی خریداریوں کی قیمت ادا کرنے کے لیے انگلستان سے فلز روانہ کرنے کا تمام خرچ اسی کو اٹھانا پڑے تو یہ صورتِ حال اُس ملک کے حق میں ناموافق ہوگی جس سے اُس کا تعلق ہے اور جس کی خاطر وہ خرید رہا ہے، نہ کہ اُس ملک کے حق میں جہاں سے وہ خرید رہا ہے۔ اس کے برعکس جو امریکی اشخاص انگریز صناعوں کو فرانسیسی بھیجتے ہیں، وہ ادنیٰ مبادلات کے دوران میں معمول سے زیادہ ارزاں شرح پر انگلستان کے خلاف ہنڈیاں خرید کر اپنے منگائے ہوئے مال کی قیمت ادا کر سکیں گے اور فلز روانہ کرنے کے خرچ سے بچ سکیں گے جو معمولی حالات میں امریکہ کے درآمد کرنے والے تاجروں کی ایک تعداد پر بالعموم عائد ہوتا ہے۔ جہاں تک دوسرے ملکوں کی پیداواروں کی قیمت ادا کرنے میں سہولت اور کفایت حاصل ہونے کا تعلق ہے، مبادلات کی ہر ایسی حالت جس کے تحت مطلوبہ ہنڈیاں بہ آسانی اور ارزاں خریدی جاسکیں، واجبی طور پر موافق کہلائی جاسکتی ہے۔

101 "موافق مبادلات اور ناموافق مبادلات" ان الفاظ کے استعمال پر مزید روشنی ڈالنے کے خیال سے ہم نے یہ گریز کیا تھا۔ اب ہم پھر اصل مضمون کی طرف لوٹیں گے اور یہ دریافت کریں گے کہ کس عام طریقے کے مطابق مبادلات خارجہ کا مطالعہ اور توجیہ کی جائے۔

سنہ ۱۸۶۱ء تا ۱۸۶۴ء کے دوران میں امریکی مبادلات کی جو رفتار رہی، اس سے ہمیں ایسا مربہ مواد دستیاب ہوتا ہے جس کی تشریح ہمارے لیے سبق آموز ہوگی۔ سنہ ۱۸۶۱ء میں نیویارک میں خارجی ہنڈیوں کی قیمت ہمیں غیر معمولی طور پر گری ہوئی نظر آئی۔ بعد ازاں یہ صورتِ حال اُلٹ گئی۔ کچھ وقفہ گزر نے کے بعد قیمت میں غیر معمولی حد تک اور غیر معمولی تیزی کے ساتھ اضافہ واقع ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیونکر اس تبدیلی

کی توجیہ کی جائے۔ کن واقعات کی طرف اس کا اشارہ تھا۔

مبادلات خارجہ پر جو مختلف عوامل اثر ڈالتے ہیں، اُن کی تحقیق کے لیے اس سے بہتر مثال نہیں دستیاب ہوسکتی۔ بین الاقوامی قرضداری کو ہم نے قدر کا بنیادی عنصر قرار دیا ہے۔ اب محض اس عنصر میں تبدیلی واقع ہونے کی وجہ سے جو اثرات پیدا ہوسکتے ہیں، ان سے بدیہی طور پر زیادہ بڑے اثرات، یہاں اس مثال میں ہمارے سامنے موجود ہیں، کیونکہ ہنڈیوں کی قیمت کا اضافہ معمولی مقامِ زر سے کہیں آگے بڑھ گیا تھا۔ یکایک رقموں کا امریکہ سے یورپ روانہ کیا جانا، اور باہر سے
102
مالِ درآمد کی طلب کا بدستور جاری رہنا، اور دوسری طرف جنوبی بندرگاہوں کی ناکہ بندی کے باعث روئی کی برآمد کا رک جانا، یہ امور ایک حد تک اس صورتِ حال کا باعث ہوسکتے تھے، لیکن اس قدر کہ قیمت مقامِ زر سے بھی تجاوز کر جائے۔ پس ہم قدر کے ایک اور عنصر پر آپہنچتے ہیں، جس کا عمل نسبتۂ غیر محدود ہوتا ہے اور جو زر کے اتار میں مضمر ہے۔ قدر کے مختلف عناصر میں، جو بیرونی ہنڈیوں کی قیمت پر اثرانداز ہوتے ہیں، یہی ایک ایسا عنصر ہے جس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ غیر محدود کمی بیشیاں پیدا کرتا ہے۔ ریاست ہائے متحدہ میں ایک قانون نافذ کیا گیا جس کی بدولت سونے کی شکل میں رقموں کی ادائی ملتوی کردی گئی، اور حکومت کو غیر بدل پذیر زر کاغذی جاری کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس قانون نے مقامِ زر کی معمولی حد ہٹادی جس کے ساتھ ہی یہ امر کہ خارجی ہنڈیوں کی قیمتیں کس حد تک چڑھ سکتی ہیں، ایک غیر یقینی مسئلہ بن گیا۔ لوگوں کو پہلے ہی سے معلوم ہوگیا کہ اب اُترے ہوئے زر کے اثرات جس حد تک پھیل سکتے ہیں، پھیلیں گے، اور یہ امکان پیدا ہوگیا کہ مبادلات خارجہ چند فی صد نہیں بلکہ پچاس یا سو بلکہ دو سو فیصد تک چڑھ جائیں۔ جنوبی ریاستوں میں تو لندن کا مبادلہ چار سو فی صد تک چڑھ گیا۔

آخر اس اضافے کے حدود بالآخر کہاں قائم ہونگے، اس بارے میں تجربہ تو ناقص تھا۔
اب رہا نظریہ، وہ صرف یہ ثابت کرسکتا تھا کہ غیر بدل پذیر زر کاغذی کی ہر اجرائی کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مبادلہ متواتر اور ناگزیر طور پر چڑھتا جائے گا اور اسی نسبت سے چڑھے گا جس سے زر میں اتار
108
واقع ہوگا۔ تعجب تو یہ ہے کہ شمالی ریاستوں میں مبادلہ ایک مدت تک نہیں چڑھا حتیٰ کہ وہ وقت گذر گیا جبکہ اس کے واقع ہونے کی توقع کی جاتی تھی۔ اور یہ دیکھکر امریکہ والے یہ سمجھنے لگے کہ شاید وہ سونا کھوے بغیر، یا نقیہ زر کو اتارے بغیر، کاغذی زر چھاپ سکتے ہیں۔

یہ جو مبادلے کے چڑھنے میں دیر واقع ہوئی، اس کے اسباب بھی تحقیق کرنے کے لائق ہیں۔ گو واقعات کی پیچیدگی کے باعث کسی قطعی نتیجے پر پہنچنا مشکل ہے۔ اس کے دو سبب بیان کیے گئے ہیں

جو کافی قرینِ عقل معلوم ہوتے ہیں ایک یہ کہ سرکاری زر کاغذی کی اجرائی کے ابتدائی مہینوں میں مانگی
بنکوں نے بہ کثرت اپنے نوٹ واپس طلب کر لیے اور اس طرح مجموعی مقدار زر میں اُتنا اضافہ نہیں
ہوا جتنا کہ توقع کی جاتی تھی۔ دوسرے یہ کہ جس رقبے پر امریکی زر پھیلا ہوا ہے، وہ اس قدر وسیع
ہے کہ زر کاغذی کی زاید از ضرورت اجرائی کے اثرات جلد رونما نہیں ہوتے[1]۔ اس کے علاوہ ابھی
کہا گیا ہے کہ امریکہ کے مغربی حصوں میں پہلے سے ہی زر کی بڑی کمی موجود تھی جسکی اس طور پر تلافی ہو گئی لیکن
104 اسباب خواہ کچھ ہی ہوں، زر کی قدر میں کوئی بڑا گھٹاؤ واقع ہوئے بغیر زر کاغذی جاری ہو جانے پر امریکہ والوں
کو جو اطمینان سا ہو گیا تھا، وہ بہت تھوڑی دیر قائم رہ سکا اور سماتیات کے نظریے بالآخر
صحیح طور پر حق بجانب ثابت ہوئے۔ امریکی مبادلات میں اس قدر اضافہ واقع ہوا کہ اس کی کوئی مثال
نہیں ملتی کیونکہ ایک سال سے کچھ ہی زائد مدت کے اندر مبادلہ بہ تدریج ۱۱۰ سے بڑھتے بڑھتے
۱۸۰ تک پہنچ گیا۔ ہم نے کسی سابقہ باب میں یہ کوشش کی تھی کہ زر اتر جانے کی وجہ سے مبادلات
میں جو تغیرات پیدا ہوتے ہیں، ان کے امکانی حدود کا جہاں تک ممکن ہو سکے، تخمینہ کیا جائے۔
اور ہم نے یہ بتایا تھا کہ جہاں کہیں قانون سونے پر بڑھوتری ادا کرنے میں مانع نہ ہو، وہاں
خارجی ہنڈیوں کی قیمتیں اُسی نسبت سے چڑھیں گی جس سے کہ تمام قابل خرید اشیا (غلہ کو شامل کر کے)
کی قیمتوں میں زر کے اس اُتار کے باعث اضافہ ہوگا، بہ الفاظ دیگر جس نسبت سے کہ زر کاغذی پر
بٹہ کٹے گا یا سونے پر بڑھوتری ملے گی، اس حد سے آگے، زر کے اُتار کی وجہ سے خارجی ہنڈیوں کی
قیمتیں متغیر نہ ہوں گی۔ چنانچہ ایک طرف نیویارک میں ان ہنڈیوں کی قیمت اور دوسری طرف
سونے کی قیمت، اِن دونوں کی تحقیق کرنے سے ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ دونوں ساتھ ساتھ چڑھتی اور
ساتھ ساتھ اُترتی تھیں۔ زر کے اُتار سے قبل انگلستان والی ہنڈیوں کے متعلق واقعی مساوات مبادلہ
۱۰۹ کی شکل میں ظاہر کیا جاتا تھا۔ جب سونے کی قیمت چڑھی تو خارجی ہنڈیوں کی قیمت بھی اِس ۱۰۹
105 کے نقطے سے اسی قدر آگے بڑھی جس قدر کہ سونا حد مساوات سے آگے بڑھا۔ چنانچہ سونے کی بڑھوتری
اور اسٹرلنگ ہنڈیوں کی قیمت کے درمیان وہی فرق باقی رہا (اور اِس فرق میں وہی کمی بیشیاں

---

[1] اس کتاب کے دوسرے اڈیشن پر کسی تنقید کے دوران میں دو اور سبب بیان کئے گئے ہیں اور بلاشبہ وہ بھی اپنا عمل
کر رہے تھے: ایک ملک بھر میں اعتبار کی عام تجدید، دوسرے جنگ کا عظیم الشان خرچ۔ بلاشبہ ان دونوں حالات
نے زر کی ایک کثیر مقدار جذب کر لی ہوگی۔

ہوتی رہیں) جو معمولی حالات میں نظری مساواتِ مبادلہ اور انگریزی ہنڈیوں کی حقیقی اوسط بڑھوتری کے درمیان رہا کرتا تھا۔ لیکن یہ فرق جو سابق میں ۹ فی صد ہوا کرتا تھا، اب بظاہر بڑھ گیا کیونکہ جو دام اُس کا تخمینہ بھی اُترے ہوئے زر کی شکل میں کرنا پڑتا تھا لیکن یہ بڑھنا محض ظاہری تھا۔

تاکہ یہ بات ٹھیک طور پر سمجھ میں آجائے، یہ ضروری ہے کہ امریکہ میں انگلستان والی ہنڈیوں کی قدر کا جس طور پر تخمینہ کیا جاتا ہے، اُسے بیان کر دیا جائے۔ اس تخمینے کی بنیاد یہ ہے کہ ۴۰ ڈالر ۹ پونڈ کے مساوی ہیں اور اس لیے ایک ڈالر ۴ شلنگ ۶ پنس کے مساوی ہے۔ لیکن یہ فرضی مساوات مبادلہ، ڈالر اور ساورن میں جو سونا ہے، اس کی حقیقی قدر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ ۹ پونڈ میں جو سونا ہے، وہ ۴۰ ڈالر کے سونے سے نو فی صدی زیادہ ہے اور اس وجہ سے ڈالر کی قدر گھٹ کر تقریباً ۴ شلنگ ڈیڑھ پنس رہ جاتی ہے۔ اسی لیے جب انگلستان والی ہنڈیاں خریدی جاتی ہیں تو ہر سو ڈالر کے ساتھ ۹ ڈالر اور شامل کر کے مذکورۂ بالا تخمینے کو صحیح کر دیا جاتا ہے۔ یہ ایک واقعہ تھا کہ جب تک بحر اٹلانٹک کے دونوں جانب زرِ طلا موجود تھا، نیویارک اور لندن کے مابین حقیقی مساواتِ مبادلہ تقریباً ۹ فی صدی بڑھوتری پر تھی، گو بااصطلاحی محاورے میں، لندن والی ہنڈیاں، مبادلات کے توازن کی حالت میں، ۱۰۹ کے نقطے پر تھیں۔ زر طلا کی شکل میں یہ ۹ فی صدی کا فرق (یعنی وہ بڑھوری جو تخمینہ صحیح کرنے کے لیے عائد کی جاتی ہے) مختلف دوسرے عوامل کے اثر سے، جو مبادلات خارجہ پر اثر انداز ہوتے ہیں، کم و بیش ہوگا یعنی قرضداری کی حالت، شرحِ سود، یا یوں کہئے کہ طلب و رسد کے حالات اُس میں کمی بیشی پیدا کریں گے۔ لیکن اوسط مقام پر رہی ہوگا۔ زر اُتر نے کے بعد دوسری اشیاء کی طرح ہنڈیوں کی قیمتیں بھی جن ڈالروں کی شکل میں بیان ہونے لگیں، وہ وہی ڈالر نہ تھے جن کی بہ شکل طلا ایک خاص قدر تھی بلکہ وہ اتری ہوئی قدر والے ڈالر تھے۔ لہٰذا یہ واضح تھا کہ بہ شکلِ طلا ۹ فی صدی کا وہی حقیقی فرق اب بھی خارجی ہنڈیوں کی قیمت میں داخل ہو لیکن اب وہ اپنے ہم قدر کاغذی ڈالروں کی شکل میں بیان کیا جائیگا۔ بہ الفاظ دیگر، یہ ۹ فی صدی بھی ٹھیک اسی نسبت سے بڑھ جائیں گے جس نسبت سے کہ سونے پر بڑھوتری مل رہی ہوگی۔ پس ہم مندرجۂ ذیل نتیجے پر پہنچتے ہیں۔

106

لہ ۹ ساورن اور ۴۰ ڈالر میں جو سونا ہے، اس کا ٹھیک فرق ۹ ½ فی صدی کے قریب ہے۔ لیکن متن میں جو تخمینہ دیا گیا ہے، وہ عام استدلال کے لیے کافی صحیح ہے۔

اگر زر کاغذی جاری ہونے سے پہلے انگلستان والی ہنڈی کا خریدار اُس کے عوض میں ۱۰۰ ڈالر اور ۹ ڈالر دے رہا تھا تو اب سونے پر بڑھوتری ۵۰ فی صدی تک پہنچنے سے وہ اولاً ۱۰۰ ڈالر کی بجائے ۱۵۰ ڈالر ادا کرے گا اور پھر ۹ ڈالر کی بجائے ۱۳½ ڈالر ادا کرے گا، یعنی تخمینہ صحیح کرنے والی بڑھوتری کا نصف حصہ اور ادا کرے گا۔ چنانچہ جب سونا ۱۵۰ پر پہنچا ہوا ہوا اور ہنڈیوں کی قیمت ۱۶۳½ ہو تو یہ قیمت ۱۰۹ والی قیمت کے مطابق ہوگی بشرطیکہ سونے پر کوئی بڑھوتری نہ دی جا رہی ہو۔ یہ قیمت طلب یا رسد کی حالت کے مطابق ۱۶۵ تک چڑھ سکتی یا ۱۶۱ تک گر سکتی ہے لیکن اوسط نقطے کی تحقیق تو اُسی طریقے سے ہو سکتی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ 107

قانونی تدبیروں کی بدولت خلل ڈالنے والے اسباب پیدا ہو گئے۔ ان قوانین نے سونے کی آزادانہ تجارت میں مداخلت کی اور جتنے کاروبار سونے کی شکل میں کئے جائیں ان پر خاص خاص مصارف عائد کیے اور اُن کے راستے میں دقتیں پیدا کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہنڈیوں اور سونے کی قدرِ اضافی میں کبھی کبھی تغیرات پیدا ہونے لگے۔ سونے کی شکل میں جو کاروبار کیے جائیں، اُن پر ٹیکس لگانے کا وہی اثر ہوتا ہے جو جہاز سے سونا روانہ کرنے کے مصارف میں اضافہ ہونے سے نمودار ہوتا ہے۔ اور اس کا بھی یہی رجحان ہوتا ہے کہ سونے کی بڑھوتری اور ہنڈیوں کی بڑھوتری کے مابین فرق وسیع ہو جائے۔

سونے کی شکل میں جو کاروبار کیے جائیں، اُن پر ٹیکس لگانے کے علاوہ کچھ اور حالات بھی تھے جن کی بدولت اُن اشخاص کو، جنہیں یا خارجی ہنڈیاں اور یا سونا خریدنے کی ضرورت تھی، یہ ترغیب ہوئی کہ وہ اول الذکر کو ترجیح دیں چنانچہ اس طور پر ایک طرح کی مصنوعی طلب نمودار ہو گئی۔ مثلاً یہ اندیشہ متواتر لگا رہا کہ شاید سونے کی برآمد خواہ براہ راست یا بالواسطہ کسی وقت بھی روک دی جائے۔ لہٰذا قدرتی طور پر رقم روانہ کرنے کی اُسی صورت کو ترجیح دی گئی جسے روکا نہ جا سکتا تھا۔ مزید براں اگر سونا یا ہنڈیاں خریدنے کی یہ غرض تھی کہ انھیں کچھ مدت تک روک رکھنے کے بعد روانگی رقم کے لیے استعمال کیا جائے تو ایسی حالت میں ہنڈیوں پر تو سود ملتا تھا لیکن سونے پر سود کا نقصان ہوتا تھا۔ کیونکہ جب ہنڈیاں فروخت ہونے کو آئیں گی تو پختگی کی مدت زیادہ قریب ہونے سے اُن کی قیمت بھی زیادہ ملے گی۔ اسی طرح سونا رکھنے سے متعلق اور بھی مصارف اور خطرات تھے جن کی صراحت یہاں غیر ضروری ہے۔ لیکن ہنڈیاں رکھنے کی صورت میں وہ نہیں عائد ہوتے تھے۔ پس بہت سے امور ہیں (لیکن ان میں حکومت کی متواتر مداخلت کو خصوصیت حاصل ہے) 108

جن کا یہ رجحان ہوتا ہے کہ سونے اور ہنڈیوں کے مابین فرق کو وسیع کریں اور خاص خاص موقعوں پر سخت ہیجان پیدا کریں محض زر کے اُتار سے اِن مظاہر کی توجیہ نہیں کی جاسکتی۔

جس دور پر ہم غور کر رہے ہیں اُس میں امریکہ کے اندر مبادلات خارجہ کی جو غیر معمولی حالت تھی، اس کی تشریح، کسی سادہ شکل میں، خاص طور پر مشکل ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ بہت زیادہ سبق آموز بھی ہے، کیونکہ اُس کی بدولت ہمیں یہ موقعہ ملجاتا ہے کہ قدر کے مختلف عناصر پر جبکہ وہ 109 ایک دوسرے کے موافق اور بعض اوقات ایک دوسرے کے خلاف عمل پیرا ہیں، نظر ڈال سکیں۔ یہ سچ ہے کہ "گرین بک" نوٹوں کی اجرائی سے جو زر کا اُتار واقع ہوا، اُس کا ایسا زبردست اثر پڑا کہ دوسرے عناصرِ قدر کے عمل کا پتا لگانا دشوار ہوگیا۔ لیکن جب تک کچھ بھی تجارت خارجہ باقی رہے گی، یہ عناصر ہرگز پورے طور پر مفقود نہیں ہوسکتے۔ جس قدر اہل امریکہ نے اپنی رقمیں اس ملک کو (یعنی انگلستان) روانہ کیں، تاکہ اپنی کمائی کے ایک حصے کو زر کے روزافزوں اُتار کے اثر سے محفوظ کریں، اسی قدر انگلستان والی ہنڈیاں طلب کی گئیں۔ کہا جاتا ہے کہ امریکہ سے کثیر رقمیں انگریز بنکداروں کے ہاں بھیجی گئیں، کیونکہ بدیہی طور پر یہی سب سے زیادہ محفوظ طریقہ تھا جس کی بدولت اُن کی کمائیاں نقصان سے محفوظ رہتیں اور ساتھ ہی اُن پر تھوڑا سا سود بھی ملجاتا ہے۔ امریکہ میں ایسا تمام سرمایہ جو کسی نہ کسی نہج سے بنکوں میں مشغول تھا، وہ روزانہ زر کے اُتار سے متاثر ہو رہا تھا اور ایسی تمام کمائیاں جو ڈالر میں ادا ہونے والے تمسکات کی شکل میں تھیں، وہ سرعت کے ساتھ غائب ہو رہی تھیں۔ لہذا لوگوں نے اپنے مشغولات بہ کثرت سونے کی شکل میں رکھنے کی کوشش کی لیکن ہم تشریح کر چکے ہیں کہ یہ صورت ایک طرف تو حکومت کے طرزِ عمل کے باعث خطرناک تھی اور دوسری طرف وہ سود کا نقصان ہونے کی وجہ سے غیر نفع بخش تھی۔ غیر ممالک کو رقمیں روانہ کردینا، بس یہی ایک 110 ایسی صورت تھی جس میں دونوں فائدے موجود تھے؛ یعنی اس کی بدولت اصل محفوظ بھی رہ سکتا تھا اور ساتھ ہی نفع بخش طریقے پر مشغول بھی رہ سکتا تھا۔ چنانچہ اس غرض سے کئی ملین اسٹرلنگ یورپ روانہ کیے گئے۔ بعض لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ نیویارک سے سونے کی روانگی اتنی زیادہ نہیں ہوئی جتنی کہ توقع کی جاسکتی تھی لیکن اس طور پر جو سرمایہ انگلستان روانہ ہوا، اس کے کچھ حصے نے ایک پیچیدہ راہ اختیار کی، یعنی بجائے نیویارک کی بندرگاہ کے وہ کیلی فورنیا کی بندرگاہوں سے روانہ کیا گیا۔ کیونکہ کیلی فورنیا سے نیویارک سونا روانہ کرنے میں جو بڑے بڑے

خطرات تھے، اُن کو یہ راستہ اختیار کر کے ٹالا گیا اور ساتھ ہی یورپ رقمیں روانہ کرنے کا مقصد اُسی آسانی کے ساتھ حاصل ہو گیا۔ اگر فلز کی یہ مقداریں روانہ نہ کی جاتیں تو ہنڈیوں کی طلب جس حد تک پہنچی تھی، اس سے بھی زیادہ ہو جاتی کیونکہ اہل امریکہ کو انگلستان میں رقمیں درکار تھیں اور وہ نہ صرف اُن اغراض کے لیے جن کا ابھی اظہار کیا جا چکا ہے بلکہ وہ جی ذخائر کی جو کثیر مقداریں اس ملک (یعنی انگلستان) میں خریدی گئیں ان کی قیمت ادا کرنے کے لیے نیز یورپ کے ان مصنوعات کی قیمت ادا کرنے کے لیے جنھیں خریدنے پر اہل امریکہ فوری رفع احتیاجات کی خاطر مجبور ہیں، خواہ وہ اپنی تجارت میں کتنی ہی تخفیف کر دیں۔ دوسری طرف ناکہ بندی کی وجہ سے نیویارک میں روئی والی ہنڈیاں دستیاب نہ تھیں، اور جو یورپ میں فصلیں کامیاب ہونے کی وجہ سے یہ تجارت یوں بھی گھٹ گئی تھی اور غلے والی ہنڈیاں نسبتاً کم موجود تھیں۔ لہذا (باوجودیکہ دنیا کی روانگیوں کے) ہنڈیوں کی طلب بلا سبہ زیادہ تھی اور اس طلب کی وجہ سے اسٹرلنگ کی ہنڈیوں پر بڑھوتری زیادہ ہو گئی لیکن یہ یاد رہے گا کہ بڑھوتری کا یہ اضافہ ایک خاص حد سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ فلز روانہ کرنے میں جو خطرات پیش آتے، جو دقتیں اٹھانا پڑتیں اور جو مصارف لاحق ہوتے ہیں، اُن سے یہ اضافہ ہرگز نہیں بڑھ سکتا۔ کیونکہ جونہی سونے کی بڑھوتری اور انگلستان والی ہنڈیوں کی بڑھوتری کے درمیان یہ فرق ایک خاص حد سے تجاوز کرتا ہے تو، جیسا کہ پہلے تشریح کی جا چکی ہے، رقم روانہ کرنے کے خواہشمند بذریعہ جہاز سونا روانہ کریں گے (اور جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں، یہ خاص حد ۹ فی صد ہے، البتہ اس میں خود اس نو فی صد کی بڑھوتری اور بذریعہ جہاز سونا روانہ کرنے کا خرچ اور شامل کر لیا جائے) اور چونکہ سونے کی برآمد ممنوع نہیں کی گئی تھی، اس لیے سونے کی شکل میں ہمیشہ رقم روانہ کی جا سکتی تھی۔ باوجود کئی ایک ظاہری بے ربطیوں کے امریکی مبادلات کی رفتار درحقیقت انھی چند سیدھے سادے اصولوں کے تحت معین ہوئی جن پر ہم اس مقالے کے کسی قدر ابتدائی حصے میں بحث کر چکے ہیں۔ اس خاص اجتماع حالات کی پیچیدگی کے باوجود چند نمایاں اسباب کا اثر، جن پر سب کی بنیاد تھی، کافی وضاحت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم پھر بھی کہیں گے کہ "گرین بیک" نوٹوں کی غیر محدود اجرائی کی وجہ سے خارجی ہنڈیوں کی قیمتیں چڑھنے کے متعلق قطعی یقین کے ساتھ پیشگوئی کی جا سکتی تھی۔

گیٹس برگ کی لڑائی کے بعد، دریائے مسی سی پی کے کھلنے پر قیمتیں جو تیزی کے ساتھ گریں اس کی تشریح اس قدر آسان نہیں ہے لیکن جو کچھ مشکل ہے، وہ اس بات کی تشریح سے متعلق ہے کہ

111

112

کیوں سونے کی بڑھوتری میں کمی واقع ہوئی، نہ اس بات سے کہ کیوں خارجی ہنڈیوں کی قیمتوں میں کمی واقع ہوئی۔ کیونکہ یہ آخری بات تو خود پہلی بات کا نتیجہ ہے۔ بلاشبہ یہ سچ ہے کہ جہاں مبادلات خارجہ کی توجیہ کا سوال پیش ہو، وہاں سونے کی بڑھوتری محض ایک ضمنی بات ہے۔ لیکن چونکہ ہم سونا چڑھنے کی کیفیت معلوم کر چکے ہیں، اس لئے اگر مختصراً سونا گرنے کا حال بھی دریافت کریں تو باعث دلچسپی ہوگا۔ اگر زر کی افراط سے بڑھوتری مودار ہوئی تھی تو یہ ایک بالکل قدرتی بات ہے کہ زائد اجرائی کی تخفیف ہی کی بدولت اُس میں اسی نسبت سے کمی واقع ہوگی۔ چنانچہ "گرین بیک" نوٹوں کے کچھ حصے کو اسٹاک کی شکل میں جو تبدیل کیا گیا، وہ اسی قبیل کی ایک تدبیر تھی۔ لیکن چونکہ اس کے ساتھ ہی نئی اجرائیاں واقع ہوئیں، اس لیے اس کا اثر زائل ہوگیا۔ مزید براں سونے کی بڑھوتری میں کمی واقع ہوتے کے قبل ہی سے "گرین بیک" نوٹوں کی یہ تبدیلی شروع ہو چکی تھی بلکہ وہ اس وقت بھی جاری تھی جبکہ بڑھوتری میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اس لیے یکایک جو کمی واقع ہوئی، اُس میں اس تبدیلی کا کوئی بڑا حصہ نہیں ہوسکتا تھا۔ بڑھوتری کی یہ کمی غالباً ایک خیال کا نتیجہ تھی جو یکایک لوگوں میں پھیلنا شروع ہوگیا تھا۔ اور وہ خیال یہ تھا کہ زر کاغذی کی مقدار درحقیقت گھٹا دی جائے گی اور وہ اس طور پر کہ "گرین بیک" نوٹوں کی تبدیلی بہ شکل اسٹاک اور زیادہ موثر کردی جائے گی یا پھر کسی قریب تر تاریخ پر ان کا بہ شکل زر انفکاک کیا جائے گا، جس کا کوئی امکان اُس زمانے میں نظر نہیں آتا تھا جبکہ شمالی ریاستیں تاریک دور سے گذر رہی تھیں۔ یہ فیصلہ کرنا کہ آیا سونے کا گرنا حق بجانب تھا یا نہیں، بہت مشکل ہے کیونکہ یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس بارے میں کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرات نہ کی جائے کہ آیا حکومت واشنگٹن، جس نے ایسے ہی اغراض کے لیے یہ زر جاری کیا تھا، اب اس کی مقدار گھٹا دینے کی طاقت یا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں۔ لیکن اہل امریکہ میں جو یہ خیال پھیلا ہوا تھا کہ حکومت میں یہ ارادہ اور طاقت موجود ہے، اس کا بلاشبہ گو جزئی طور پر، وہی اثر ہوا جو حکومت کی جانب سے واقعی طور پر تدبیریں اختیار کیے جانے کی صورت میں پیدا ہوتا۔ اس خیال کا ایک اور اثر یہ مودار ہوا کہ جن لوگوں نے زر میں مزید اُتار واقع ہونے کے خوف سے سونا جمع کیا تھا (اور جو اس کے قبل بھی ان تدبیروں سے کسی قدر خوف زدہ ہوگئے تھے جو حکومت نے اسی سونا ذخیرہ کرنے کے خلاف اختیار کی تھیں)، انھیں یہ ترغیب ہوئی کہ مزید سونا چڑھنے کے خیال سے باز آجائیں اور اپنا ذخیرہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے، فروخت کر ڈالیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ حکومت نے بھی کچھ مصنوعی ذرائع اختیار کرکے سونے کی بڑھوتری کی اس قبل از وقت

113

تخفیف میں حصہ لیا ہے۔ اور وہ اس طور پر کہ اُس نے کثیر رقمیں بازار میں لا ڈالیں جن کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ اسی غرض سے جمع کی جارہی تھیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر اس کارروائی بہت ہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ زائد از ضرورت زر کاغذی کی اجرائی کا عمل صرف اسی وقت مستردہو سکتا ہے جبکہ بعد ازاں اُس میں تخفیف کر دی جائے۔ یہ ممکن ہے کہ مصنوعی ذرائع اختیار کرکے اس نتیجے میں کمی کردی جائے لیکن اُسے پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا یہ پیش گوئی کی جاسکتی ہے اگر ان عارضی مصلحتوں کے بعد ہی مستقل اصلاحات کی تدبیریں اختیار نہ کی جائیں گی، تو سونے کی قیمت ایک مرتبہ اور بڑھ جائے گی[1]۔ دوسری طرف ان تدبیروں کا اختیار کرنا اس وجہ سے آسان ہو گیا ہے کہ اس بارے میں صورت حال اہل امریکہ کے موافق ہے۔ کیونکہ اُن کا زر بیرونی اسباب کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اندرونی اسباب کی وجہ سے اُترا ہوا ہے۔ غالباً وہ گزشتہ چند سال کے اندر کبھی اہل یورپ کے اس قدر کم قرضدار نہیں تھے جس قدر کہ وہ آج ہیں اور انھیں ایک فائدہ اور یہ حاصل ہے کہ یورپ میں اُن کی کثیر امانتیں موجود ہیں جن کی بدولت ان میں یہ قوت موجود ہے کہ جس وقت چاہیں، اپنے کھوئے ہوئے سونے کا ایک بڑا حصہ دوبارہ حاصل کریں۔ روئی کی تجارت میں دوبارہ جان پڑنے سے مبادلات کس حد تک متاثر ہوں گے اور کس حد تک یورپ والے امریکہ طلا روانہ کرنے پر مجبور ہوں گے، اس کا جواب دینے کے لیے بہت سے حالات پر غور کرنا ہوگا۔ یہ ایک وقت کا سوال ہوگا، نہ کہ قرضداری کا۔ امریکہ والوں کو اس جانب سے کثیر مقداروں میں مال واسباب کی ضرورت ہوگی اور سوال یہ پیدا ہوگا کہ آیا جس رفتار سے ہم اُن کے لیے مال واسباب مہیا کرسکتے ہیں، اس سے زیادہ تیز رفتار سے وہ ہمارے لئے روئی مہیا کرسکیں گے۔ قیاس یہ ہے کہ روئی کیلیے ہماری ضرورت جس قدر شدید ہوگی، مصنوعات کے لیے اُن کی ضرورت اُسی قدر شدید نہ ہوگی۔ لیکن اس کا کم یقین ہے کہ آیا روئی کی مطلوبہ مقدار فوراً دستیاب ہو جائے گی۔ البتہ دوسری طرف ہمارے مصنوعات کی برآمد، اگر ضرورت پڑے تو دوبارہ اپنے سابقہ پیمانے پر جاری کی جاسکتی ہے۔ بہر حال اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ فرض کرتے ہوئے کہ ہمیں روئی کی فوراً ضرورت ہوگی اور یہ دیکھتے ہوئے کہ روئی کی تجارت کی بدنظمی کے باعث اس میں قرضہ کم دستیاب ہوگا، ہماری

114

115

---

[1] اس رائے کی صحت دوسرا ایڈیشن شائع ہونے سے پہلے ہی عملی طور پر ظاہر ہو گئی۔ سونے کی قیمت میں پھر اضافہ واقع ہوا اور باوجود بہت سی کمی بیشیوں کے اُس میں اس وقت سے مزید ترقی واقع ہوئی ـــــــ دسمبر ۱۸۶۱ء۔

جانب سے فلز برآمد کرنے کی ضرورت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ گو اُس حد تک نہیں جس حد تک کہ عام طور پر یقین کیا جاتا ہے۔ ایک اور اہم قابلِ لحاظ بات یہ ہوگی کہ آیا امریکہ والے دوبارہ زرِ فلزی قائم کرنے کی غرض سے سونا حاصل کرنے کے لئے بےچین ہونگے، یا یہ کہ وہ یہ دیکھ کر کہ غیر ملکوں کا تو اُن پر کوئی قرضہ نہیں ہے، اس بات پر قانع رہیں گے کہ اپنے اُترے ہوے زر کو اُسی حالت میں چلنے دیں جس میں کہ وہ جنگ کے ختم پر پایا جائے اور اپنی دانست میں یہ خیال کریں گے کہ شاید وہ اپنے آپ درست ہوجائے گا۔ فرض کیجیے کہ انھیں سونا درکار نہیں ہے، نہ اندرونِ ملک گھومنے کے لیے اور نہ بیرونی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے۔ کیونکہ ممکن ہے وہ یہ خیال کریں کہ اندرونِ ملک آلہ مبادلہ کا کام کاغذ سے بھی ٹھیک طور پر چلایا جاسکتا ہے اور بیرونی ذمہ داریوں سے تو وہ ہمارے مفروضے کے مطابق نسبتاً آزاد رہیں گے۔ پس سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں، یعنی اگر انھیں سونا درکار نہ ہو تو پھر ان کے نزدیک سونے کی کیا قدر ہوگی۔

پھر بھی اگر وہ یورپ سے فوراً کثیر مقداریں مال و اسباب نہ لیں، تو سونا ہی ایک ایسی چیز رہ جائے گی جو ہم روئی کے معاوضے میں اُنھیں دے سکیں گے۔ لہٰذا ہم یہ امید کرسکتے ہیں کہ دو باتوں میں سے ایک بات واقع ہوگی۔ یا تو سونے کی بڑھوتری کم ہوجائے گی اور اگرچہ ان کا ارادہ فوراً اپنے زر میں اصلاح کرنے کا نہ ہو، تاہم حالاتِ مفروضہ کی وجہ سے سونے کی اس قدر کثیر رسد ان کے پاس موجود ہوجائے گی اور اُس کی بڑھوتری میں اس درجے کمی واقع ہوگی کہ باوجود اپنی لاپروائی کے وہ جلد عملی تدبیر اختیار کریں گے یا پھر یہ بات بھی بالکل ممکن ہے کہ انھیں بجائے اپنے زر کی اصلاح کرنے کے اپنی درآمد میں اضافہ کرنے کی ترغیب ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمتوں میں اور عام تجارت میں خوب افراط کی حالت پیدا ہوجائے گی۔ بےحد و حساب مال و اسباب درآمد کرنے کی ترغیب جو بسا اوقات زائد از ضرورت زرِ کاغذی کے گردش میں آنے سے پیدا ہوجایا کرتی ہے، اپنا پورا اثر دکھلائے گی۔ اور اس طور پر بیرونی ذمہ داریاں پیدا ہوجائیں گی جن کی ادائیگی میں وہ زائد سونا نکل جائے گا جو بیان کردہ صورتِ حال کی بدولت اُن کے قبضے میں آگیا تھا۔ پہلی حالت میں یہ ممکن ہے کہ امریکہ کا مالی نظام اپنی اِس آزمائش سے بغیر کسی مصیبت کے بچ نکلے۔ لیکن دوسری حالت میں جو زیادہ قرین قیاس بھی ہے، ایک سخت تباہی کا واقع ہونا ناگزیر ہے۔

مبادلاتِ خارجہ کی ان خاص مثالوں میں ہمیں تشریح اور تجربہ کے موقعے خصوصیت کے ساتھ

116

حاصل سمجھے۔ لیکن ان کے متعلق ہم نے جو کچھ اوپر بیان کیا ہے، وہ نہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے اور نہ بجائے خود مکمل ہے بلکہ اس کا صرف یہ منشا ہے کہ توجیہ کا عام مسئلہ جو کہ موجودہ باب کا خاص عنوان ہے، اُس کی توضیح ہو جائے۔ ۱۹۲۶ء میں امریکی مبادلات کی حالت بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا کہ کیونکر قدر کے اہم ترین عنصر یعنی اضافی قرضداری کو نظر انداز کرنے سے دو غلطیاں پیدا ہوئیں؛ ایک یہ کہ بیرون ملک جو فلز جانے لگا اس کی ایک غلط توجیہ کی گئی حالانکہ وہ ایک بالکل قدرتی بات تھی۔ دوسرے یہ کہ کتنی مدت تک اُس کی روانگی جاری رہے گی، اسکا اندازہ کرنے میں غلطی کی گئی۔ اسی مبادلات کے دوران میں آئندہ دو سال تک اُن غیر معمولی کمیتیوں کی توجیہ کرنے کے لیے، جو کہ واقع ہوئیں، ہم نے یہ محسوس کیا کہ ہمیں زیادہ تر جس عامل پر نظر ڈالنا چاہیے، وہ زر کا اُتار ہے۔ درحقیقت دونوں صورتوں میں یہ محسوس کیا گیا کہ جب ہم قدر کے کسی ایک عنصر کو خاص باعث قرار دیتے ہیں تو ساتھ ہی ہم ناگزیر طور پر اس کے دوسرے عنصروں کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ لیکن سب سے زیادہ اہم یہ بات ہے کہ ایک اصلی اور بنیادی سبب ہمیشہ تلاش کیا جائے، اور یہ نہ فرض کیا جائے، جیسا کہ بعض اوقات کیا جاتا ہے، کہ سٹہ کھیلنے والے اشخاص قدرتی اسباب کے عمل میں تبدیلی یا رکاوٹ یا تیزی پیدا کرنے کے علاوہ کچھ اور بھی قوت رکھتے ہیں۔ مثلاً جب طلا برآمد ہو رہا ہو تو بعض اوقات یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ وہ محض ایک مبادلے کا عمل ہے جو بعض سٹہ کھیلنے والوں نے اختیار کیا ہے جنکا کاروبار ہی یہ ہے کہ بیرونی ہنڈیوں کی قیمت میں جو تبدیلیاں مختلف اوقات میں واقع ہوتی ہیں اُن سے نفع کمائیں۔ جب وہ سستی ہوں، انھیں خریدیں اور بعد میں انھیں بیچ ڈالیں۔ بعض اوقات تو وہ اپنے ہی ملک کے خلاف ہنڈیاں خریدنے کے لیے فلز باہر روانہ کر دیتے ہیں بشرطیکہ قیمتیں عارضی طور پر مقام طلا پر پہنچ گئی ہوں یا اس سے بھی نیچے اتر گئی ہوں۔ سونا تو ظاہر ہے کہ اُس وقت تک نہیں برآمد کیا جائے گا جب تک کہ یہ مبادلات میں سٹہ کھیلنے والے جنھیں اصطلاح میں "ہنڈی دلال" کہا جاتا ہے، قلیل مدت والی ہنڈیاں حاصل کر سکیں۔ وہ ایک خاص مقام کو رقمیں روانہ کرنا چاہتے ہیں۔ اب جب تک کہ انھیں قلیل مدت والی ہنڈیاں مطلوبہ مقداروں میں حاصل ہوتی رہیں ـــــ یعنی جب تک کہ بیرونی قرضے جو خود اُن کے ملک کو وصول طلب اور فوراً قابل ادائیگی ہیں کافی مقداروں میں موجود ہیں جو ان کے ہاتھ منتقل کیے جا سکتے اور جنھیں وہ دوسروں کو منتقل کر سکتے ہیں ـــــ اس وقت تک وہ سونا برآمد نہیں کریں گے۔ لہٰذا باہر سونے کی روانگی، خواہ اُسے روانہ کرنے والے کوئی ہوں، یہ ثابت کرتی ہے کہ دوسرے ملکوں کے نام قلیل مدت والی

117

118

ہنڈیوں کی رسد ختم ہو رہی ہے، جس ملک کو فلز کھیجا جا رہا ہے، وہاں سے سرِدست کوئی مطالبات باقی نہیں ہیں اور قرضداری کا توازن عارضی طور پر اُس ملک کے خلاف ہے جہاں سے فلز برآمد کیا جاتا ہے۔

مذکورۂ بالا بیانات سے ایک اور نتیجہ بھی نکالا جا سکتا ہے۔ اکثر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ سونا کبھی نہیں برآمد کیا جاتا جب تک اس سے روانہ کرنے والوں کو کوئی نفع حاصل نہ ہو۔ لیکن یہ ایک بدیہی طور پر غلط خیال ہے۔ یہ بات کس قدر کثرت سے بیان کی جاتی ہے کہ ہر ملک میں مبادلے کی شرحیں ایک ایسے نقطے پر قائم رہتی ہیں کہ کوئی شخص وہاں سونا روانہ کر کے نفع نہیں کما سکتا۔ لیکن اس سے غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے جس سے بہت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک حد تک تو اِس واقعے کا علم لے تنک مفید ہے۔ لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ باوجود اُس کے فلز کی روانگی قدرتی اور ضروری نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ دوسرے ملک کے قرضدار ہیں، اگر وہ ہنڈیاں نہ پا سکیں تو انھیں سونا بھیجنا لازمی ہے۔ لہذا یہ دریافت کرنا کہیں زیادہ اہم ہے کہ آیا توازن قرضداری بیباق ہو چکا ہے یا نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ مبادلات تو ایک طویل مدت تک ٹھیک مقام طلا پر قائم رہیں اور کسی ہنڈی دلال کو نفع کمانے کی کوئی اُمید نظر نہ آئے لیکن پھر بھی متواتر فلز روانہ کرنا ضروری ہوتا کہ ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کی جا سکے۔ فلز کی نکاسی کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے یہ غور کرنا ناگزیر ہے کہ کون سے قرضے ادا ہونے باقی ہیں۔ اس نقطے پر بار بار اور اس قدر زور کے ساتھ اصرار کرنا ایسا غیر ضروری نہیں ہے جیسا کہ ممکن ہے اکثر لوگ خیال کریں۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کے مسائل میں اچھی مہارت رکھتے ہیں، وہ بھی متواتر ایسی زبان استعمال کرتے ہیں جو اُن اصولوں سے جو یہاں پیش کئے گئے ہیں، عملاً مختلف ہوتی ہے۔ حالانکہ نظری طور پر لوگ اِن اصولوں سے فوراً اتفاق کر لیتے ہیں۔

مبادلات کے کاروبار پر نفع کمانے کا سوال بہت تنگ حدود کے اندر لایا جا سکتا ہے۔ مضمون کو اصلی طور پر سمجھنے کے لیے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اُسے اِن حدود سے باہر لے جایا جائے بلکہ اِس سے تو قدرتی اسباب کا سیدھا سادہ عمل اور نظروں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ نفع بالعموم وہی لوگ کما سکتے ہیں جو ہنڈیاں پیشگی خرید لیتے ہیں کیونکہ وہ یہ پتا لگا لیتے ہیں کہ ہنڈیوں کی طلب اُن کی رسد سے تجاوز کر جانے کی توقع ہے۔ چنانچہ جب آگے چل کر اصلی خریدار جنھیں اپنی رقمیں روانہ کرنے کے لیے ہنڈیوں کی ضرورت ہوتی ہے، بازار میں داخل ہوتے ہیں

119

120 تو اُن کے ہاتھ اعلیٰ قیمتوں پر ہنڈیاں فروخت کی جاتی ہیں۔ اور اگر مبادلات مقام طلا پر پہنچ جائیں، تب بھی نفع کمایا جا سکتا ہے، گو ایک محدود پیمانے پر سہی۔ ایسا نفع کمانے والے لوگ وہ ہیں جو ایسے ہی ادارے جیسے ادارے غیر ملکوں کے شہروں میں قائم کر رکھتے ہیں اور اس غرض کے لئے ایک خاص انتظام بنا رکھے ہیں، جس کی بدولت وہ کمیشن ادا کرنے سے بچ جاتے اور اُن کے مصارف گھٹ جاتے ہیں۔ اسی طور پر اصلی تاجروں یا صناعوں کے مقابلے میں جنھیں رقمیں روانہ کرنا پڑتا ہے، یہ لوگ زیادہ ارزاں خرچ سے فلز روانہ کر سکتے ہیں۔ وہ سونا روانہ کرتے ہیں اور اسکی بنا پر جو ہنڈیاں لکھی جائیں انھیں ان اشخاص کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں جنکو باہر رقمیں روانہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ سہولت مہیا کرنے کے معاوضے میں خود تھوڑا سا نفع کما لیتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ محض ایک تفصیلی بات ہے۔ اور جہاں تک مبادلات اور اُن کو معین کرنے والے اصولوں کا تعلق ہے، یہ ایک بالکل غیر اہم بات ہے کہ آیا غیر ملکوں کے دیندار ــــ یعنی مال درآمد کرنے والے، تجارت پیشہ اشخاص یا صارفین ــــ خود سونا روانہ کرتے ہیں یا ہنڈی دلالوں اور فلز کے بیوپاریوں کو کچھ تھوڑا سا نفع ادا کرتے ہیں۔ یہ لوگ سونا کثیر مقداروں میں روانہ کرتے ہیں اور اس کی بنا پر ہنڈیاں لکھکر ان اشخاص کے ہاتھ علیٰ فروخت کرتے ہیں جنھیں رقمیں روانہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

صرف بالکل غیر معمولی حالات میں ایسا ہوتا ہے کہ طلا کی روانگیوں پر بہت زیادہ نفع حاصل ہو اور یہ بھی صرف اس حالت میں جبکہ وہ ملک جہاں سونا روانہ کیا جائے بہت دور دراز فاصلے پر واقع ہوں۔ جو لوگ ایسی ذہانت سے بروقت سونا روانہ کر دیتے ہیں یا قبل اس کے کہ دوسرے

121 اس کو ضروری سمجھیں، خود سونا بھجوا دیتے ہیں، وہ یوں فائدے میں رہتے ہیں کہ انھیں مقام طلا سے گری ہوئی قیمت پر ہنڈیاں دستیاب ہو جاتی ہیں کیونکہ ہنڈیاں بیچنے والوں کو اس بات کی شدید ضرورت ہوتی ہے کہ ان کے ہم قدر رقم فوراً وصول ہو جائے۔ ورنہ جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے یہ ایک بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ ایسی ہنڈی بیچنے والا ــــ بجائے اس کے کہ دوسروں کو پیش بندی کر کے پہلے سے اس مقام پر فلز بھجوا چکے ہیں، نفع کمانے دے جو درحقیقت اس کے نقصان کے مرادف ہے ــــ خود اپنی ہنڈی وہاں نقد ہونے کے لیے بھجوا دے گا اور چند سے انتظار کر کے بہ شکلِ طلا اُسکی قیمت وصول کریگا۔ جہاں فوری عمل اور فوری حمل و نقل کا امکان ہے جیسا کہ لندن اور پیرس کے درمیان، وہاں سونے کی روانگیوں پر مشکل ہی سے کچھ نفع کمایا جا سکتا ہے

بجز اس نفع کے جو مصارف میں کفایت کرکے حاصل کیا جائے۔ صرف وہ لوگ جو اس غرض کے لیے خاص انتظام کررکھتے ہیں، نفع کما سکتے ہیں اور ان کا یہ نفع درحقیقت ایک قسم کا کمیشن ہے جو قوم کے دوسرے افراد کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ ہاں جہاں فاصلہ زیادہ ہو وہاں نفع کمانے کی بہت زیادہ گنجائش موجود ہوتی ہے۔ مثلاً جہاں ہنڈیوں کو قدرتی طور پر سکے کی شکل میں تبدیل ہونے کے لیے کئی مہینے لگ جائیں، وہاں یہ ممکن ہے کہ جو لوگ فوراً سکے ادا کرنے کا ذمہ لے سکیں وہ اکثر اپنی شرائط منوا سکیں۔

پس جن حدود کے اندر اندر مبادلات کی قدرتی رفتار میں ہنڈی دلالوں کے عمل و دخل سے کوئی رکاوٹ یا تیزی پیدا کی جاسکتی ہے، وہ کافی طور پر واضح ہیں۔ اگر کسی دور دراز ملک میں مبادلات بتدریج گر رہے ہوں، اس طور پر کہ اگر انھیں اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ شاید مقام طلا سے بھی نیچے گر جائیں کیونکہ بدنصیب ہنڈی لکھنے والے اس قابل نہیں ہیں کہ خود سونا آنے تک انتظار کریں بلکہ انھیں فوراً اپنی رقموں کی ضرورت ہے تو ایسی صورت حال کو بہت کچھ بدلا جاسکتا ہے، اگر بیرونی ہنڈیوں کا سٹہ کھیلنے والے اس واقعے کو پہلے سے بھانپ لیں اور قیمتیں بدی کرکے پہلے ہی طلا باہر روانہ کردیں۔ اس طور پر وہ اپنے لیے واجبی نفع کمائیں گے لیکن ساتھ ہی ہنڈی لکھنے والوں کو کہیں زیادہ بڑے نقصان سے محفوظ رکھیں گے۔ یہ ایسے امور ہیں جنھیں سمجھنا اور اچھی طرح ذہن نشین کرنا ضروری ہے کیونکہ کسی خاص وقت میں کسی خاص ملک کے مبادلات کی توجیہ کے لیے ان کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ان کی وجہ سے قدر کے ان عناصر کی صحت میں جو اصولاً ہنڈیوں کی قیمت معین کرتے ہیں، ہرگز کوئی فرق نہیں آسکتا۔

ان عناصر میں، جیسا کہ بارہا بتایا جاچکا ہے، سب سے زیادہ اہم اور بنیادی عنصر توازن قرضداری (اپنے وسیع ترین مفہوم کے مطابق) ہے کیونکہ تقریباً ہر ایسی صورت میں جہاں مبادلات خارجہ سے سروکار ہو، اس کا ضرور کم و بیش دخل رہتا ہے، لیکن مبادلات خارجہ کے تغیرات کی توجیہ کرنے والے کو یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیئے کہ اس ایک خاص وجہ سے پیدا ہونے والی کمی بیشیوں کے کچھ حدود ہیں۔ اُسے چاہیے کہ شرح مبادلہ کی اُن خاص علامتوں کو یاد رکھے جو زر کے اختلافات کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور دوسرے خلل ڈالنے والے اسباب سے بالکل جداگانہ ہوتی ہیں۔ درآمد یا برآمد کی افراط کے باعث واقع ہونے والے تغیرات معمولاً چند حدود کے اندر محدود رہتے ہیں لیکن اختلافات زر کی بدولت واقع ہونے والے تغیرات کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ان حدود سے آگے

122 123

بہت دور تک پھیل جاتے ہیں، نیز اُن کی حرکتیں بہت زیادہ بے قاعدہ اور بے ترتیب ہوتی ہیں۔ اِسی طرح اُسے چاہئے کہ اعتبار یا عدم اعتبار کے اثر کو بھی نہ بھولے۔ اور کسی وحشت اور خوف زدگی کے وقت یا کسی اور عارضی بے سعر وسگی کی حالت میں ہنڈیوں کی فروخت پر جو بٹہ کٹے، اُسے غلطی سے یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ وہ کسی مخالف توازن تجارت یا کسی کم قدری زر کا نتیجہ ہے۔ مزید برآں یہ بھی ذہن نشین رہے کہ معادلات کی یکایک تبدیلیاں، خواہ وہ اوپر کی جانب ہوں یا نیچے کی جانب، مختلف ملکوں میں شرح سود کی حالت کا اثر تو ہو سکتی ہیں اور نہ صرف طویل المیعاد ہنڈیوں کی حالت میں بلکہ خود ان عند الطلب ہنڈیوں کی حالت میں بھی۔ پہلی قسم کی ہنڈیوں کی قیمتوں میں جو تغیرات واقع ہوتے ہیں، اگر وہ عند الطلب ہنڈیوں کے تغیرات سے جداگانہ ہوں، تو اُس حالت میں وہ سراسر قدر زر اور اعتبار کے اثر سے معین ہوتے ہیں اور دوسری قسم کی ہنڈیوں کے تغیرات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اعلیٰ یا ادنیٰ شرح سود کی وجہ سے سرمایہ ایک ملک سے دوسرے ملک کو منتقل ہو رہا ہے۔ سب سے زیادہ عام واقعہ جس کا پتا معادلات سے چلتا ہے، یہ ہے کہ کسی غیر ملک کے نام ہنڈیوں کی جو طلب ہے، وہ کس قدر شدید ہے، خواہ اِس طلب کے سود ار ہونے کی غرض کچھ ہی ہو۔ ظاہر ہے کہ اس طلب کی یا تو یہ وجہ ہوگی کہ سرمایہ کی کچھ مقدار اس ملک کو روانہ کی جائے تاکہ وہاں اسے اعلیٰ شرح سود پر لگایا جائے یا اس کی یہ غرض ہوگی کہ وہاں کوئی قرضہ ادا کیا جائے۔ اعلیٰ شرح سود کے اثر سے سرمایہ دوسرے ملکوں سے کھنچ کھنچ کر آنے لگتا ہے اور اس میلان کا اثر فوراً معادلات میں دکھائی دیتا ہے۔ معادلات کا تعلق جس قسم کے معاملات سے ہوتا ہے، اگر اُن پر ایک بہت ہی ابتدائی نظر ڈالی جائے اور یہ واقعہ خوب ذہن نشین کر لیا جائے کہ بیرونی ہنڈیاں، جنکی قیمتوں کو اسقدر اہمیت دیجاتی ہے، محض چند آلات ہیں جنکے ذریعے سے مختلف ملکوں کے مابین رقمیں ادا کیجاتی ہیں، تو پھر فوراً یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہم انھی ہنڈیوں کی قیمتوں کو دیکھ کر یہ پتا لگا سکتے ہیں کہ کس قوت کے ساتھ سرمایہ کسی خاص مقام کی طرف مائل ہے نیز یہ کہ جو عامل بھی اُسکی روانی پر اثر انداز ہوگا خواہ وہ اسکی روانی میں رکاوٹ پیدا کرنے والا ہو یا اُسے اور زیادہ تیز بنانے والا ہو، اس کا اثر بغیر کسی غلطی کے احتمال کے اِن نام نہاد "شروح مبادلہ" کے تغیرات میں نظر آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ شرح سود کے تغیرات اور مبادلاتِ خارجہ کی تبدیلیوں کے درمیان بہت ہی گہرا تعلق قائم رہتا ہے جس کی بابتہ ایک مدت سے یہ بات تسلیم کی جا چکی ہے کہ وہ من جملہ اُن ابتدائی اصولوں کے ایک اصول ہے جنھیں مسائل زر کے مطالعے میں پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

124

125

مبادلات خارجہ کے نام نہاد علاجوں پر ایک تبصرہ

گزشتہ باب میں ہم مبادلات خارجہ کی توجیہ کے مضمون پر غور کرنے میں مصروف رہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے مطالعے سے جو نتائج حاصل ہوں، ان سے کس حد تک عملی طور پر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ جس طرح یہ فقرہ عام ہوگیا ہے کہ مبادلات خارجہ "موافق" ہیں یا "ناموافق" اسی طرح یہ کہنے کا رواج پڑ گیا ہے کہ مبادلاتِ خارجہ کو "درست" کیا جا سکتا ہے لیکن یہ فقرہ بھی بالکل اسی طرح قابل اعتراض ہے۔ کیونکہ اس کی صحت کا انحصار اس بات پر ہے کہ جس چیز کو درستگی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس کے متعلق ہم کیا رائے قائم کرتے ہیں، آیا اسے پسندیدہ سمجھتے ہیں یا ناپسندیدہ۔ بہرصورت یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جس چیز کو درحقیقت درست کرنا ہے، وہ مبادلات کی واقعی کیفیت نہیں بلکہ وہ صورت حال ہے جس نے یہ کیفیت پیدا کی۔

ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ زر کے نقطہ نظر سے جو صورتِ حال ناموافق سمجھی گئی، وہ نتیجہ تھی تجارت کے ایک خاص ڈھب کا یا ادائیگی رقم کے خاص انتظامات کا۔ اگر یہ ڈھب بدل دیا جائے یا ادائیگی رقم کے دوسرے انتظامات کئے جائیں تو قدرتی طور پر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ ان کا

126

عمل مخالف سمت میں ظاہر ہوگا۔ اس لیے اگر یہ ناموافق صورت حال پیدا کرنے والے اسباب کا

صحیح تحلیل حاصل ہو جائے تو پھر یہ بالکل ممکن ہے کہ ہم براہ راست یا بالواسطہ طور پر اُس کا کوئی علاج کریں، بشرطیکہ ایسا علاج مقصود ہو۔ بہ الفاظ دیگر گویا ہم سونے کی برآمد کو روک سکتے ہیں۔ اب جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، سونے کی یہ برآمد نتیجہ ہوگی یا تو تصفیۂ قرضداری کا یا قدر زر کے اختلافات کا یا خود اختلافاتِ زر کا۔ اگر وہ نتیجہ ہے اِس آخری سبب کا تو اُس صورت میں مبادلات خارجہ کی ناموافقت گویا اُترے ہوئے زر کی وجہ سے ہوگی اور اس لیے ان کی درستگی کا مسئلہ بہت وسیع ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے لیے ہمیں یہ دریافت کرنا پڑے گا کہ جب ایک مرتبہ زر اُتر جاتا ہے تو پھر کیونکر اُس کی اصلاح کی جاسکتی اور دوبارہ توازن قایم کیا جاسکتا ہے۔ اس مضمون کا مبادلات خارجہ کے ساتھ قریبی تعلق گزشتہ باب میں امریکہ کی مثال لیکر تفصیل کے ساتھ واضح کیا گیا تھا۔ لیکن ہمکو موجودہ کتاب کے حدود سے بہت دور باہر نکلنا پڑے گا اگر ہم مبادلات خارجہ کے ان نام نہاد علاجوں پر بحث کرتے کرتے سارے مسئلۂ زر کے میدان میں قدم رکھ دیں گے۔ اس لیے صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ من جملہ ان علاجوں کے ایک یہ بھی ہے کہ اُترا ہوا زر دوبارہ اپنی سابقہ حالت پر عود کر آئے۔ اب رہی یہ بات کہ کیونکر یہ عود عمل میں آئے، اس تحقیق میں پڑنے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے ہم اپنی بحث کو صرف اُن صورتوں تک محدود رکھیں گے جہاں "ناموافق" صورت حال ان اسباب کا نتیجہ ہوتی ہے جن کا تعلق دو ملکوں کی باہمی قرضداری سے، یا ہر ایک میں زر کی اضافی قدر سے ہوتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر جہاں کمی بیشیاں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ یا تو معمولی توازنِ تجارت میں کوئی گڑبڑ واقع ہوئی ہے یا شرح سود میں کوئی چڑھاؤ یا اتار واقع ہوا ہے۔ 127

عام طور پر یہ دو اثرات بہ یک وقت دو مختلف سمتوں میں عمل کرتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ جس ملک پر غیر ملکی لین داروں کی بہت زیادہ رقمیں واجب الادا ہوں، وہاں زر گراں اور کم یاب ہوگا اور جس ملک سے بہت زیادہ مال و اسباب برآمد کیا گیا ہو، وہاں زر کی کثرت ہوگی۔ اور جس حصے سے بیرونی قرضے ادا کرنے کے لئے طلا باہر جا رہا ہو، اس کی طرف اعلیٰ شرح سود کے اثر سے زر کھنچ کھنچ کر آنے لگے گا۔

جو ملک سب سے زیادہ دین دار ہو، اُس کے نام پر لکھی ہوئی ہنڈیاں فروخت کرنے میں مخالف توازنِ تجارت کی وجہ سے جس حد تک کہ اس کی قوت پھیل سکے، دقت پیش آئے گی۔ اور ایسا ملک طلا برآمد کرنے پر مجبور ہوگا۔ لیکن جونہی ملک سے طلا کی نکاسی ہونے لگے یا اُس کی نکاسی کے آثار پیدا ہوں، وہاں عام طور پر شرح سود بلند ہو جاتی ہے جس کے اثر سے اس ملک کے نام پر

لکھی ہوئی ہنڈیوں کی طلب دوبارہ تازہ ہو جاتی ہے اور دوسرے ملکوں میں ان ہنڈیوں کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں کیونکہ جس بازار میں سرمایے کی قدر سب سے اعلیٰ ہے، وہاں سرمایہ روانہ کرنے کے ذرائع مہیا کرنے کی خواہش عام ہوگی۔ مثلاً ۱۸۶۱ء میں انگلستان امریکہ کا بہت زیادہ
128
قرضدار بن گیا تھا (جو روئی اور اناج کی کثیر درآمد کا نتیجہ تھا)۔ اس کی وجہ سے نیویارک میں انگریزی ہنڈیوں کی قیمت گر گئی اور ریاست ہائے متحدہ کو طلا کی روانگی ناگزیر ہوگئی۔ لیکن اس صورت حال کی بدولت انگلستان میں شرح سود جو بلند ہوگئی تو امریکہ کے بنکدار اُس کی طرف ایسے مائل ہوئے کہ انگریزی ہنڈیوں کی قیمت بڑھتے بڑھتے مقام طلا تک پہنچ گئی اور بالآخر ان کا میلان یہاں تک بڑھا کہ انھوں نے فلز بھی روانہ کیا۔

مذکورۂ بالا بیاں سے یہ بات بدیہی معلوم ہوتی ہے کہ جب مبادلات صریحی طور پر کسی ملک کے خلاف ہو جائیں اور یہ محسوس کیا جائے کہ توازنِ تجارت اس کا سبب ہے تو پھر دوبارہ توازن عود کرآنے کی صرف دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ برآمد میں اضافہ اور درآمد میں تخفیف ہو، دوسرے یہ کہ شرح سود بلند کردی جائے۔

اگر درآمد کی مالیت برآمد کی آمدنی سے زیادہ ہو اور اس زائد رقم کی ادائگی کچھ مدت تک جاری رہے تو بدیہی طور پر اس توازن کی تلافی صرف یوں ہو سکتی ہے کہ مزید ذمہ داریاں پیدا کرنا موقوف کردیا جائے یعنی تجارت کا ڈھب بدل دیا جائے۔ اگر کوئی قوم غیر محدود اعتبار سے فائدہ اٹھاکر زیادہ مال درآمد اور صرف کرے اور نسبتاً کم مال برآمد کرے اور اس وجہ سے کم کمائے اور قرضدار بن جائے تو پھر اس صورت حال سے بچ نکلنے کی صرف یہ ترکیب ہے کہ وہ کم صرف
129
کرے یا زیادہ پیدا کرے۔ لیکن اگر یہ عدمِ مطابقت صرف عارضی ہے اور صورت حال یہ ہے کہ وہ سال کے پہلے چھ مہینوں میں تو صرف زیادہ اور پیدا کم کرتی ہے اور دوسرے چھ مہینوں میں زیادہ برآمد اور کم درآمد کرتی ہے تو پھر یہ ممکن ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کی طرح جسے آئندہ آمدنی حاصل ہونے کی توقع ہے، روپیہ قرض لیکر اس وقفے میں کام چلالے۔ بہت اعلیٰ شرح سود پیش کرکے وہ یا تو اپنے بیرونی داروں کو میعاد قرض میں توسیع کرنے پر آمادہ کر سکے گی، یہاں تک کہ قدرتی رفتارِ حالات کی بدولت آگے چل کر برآمد میں اضافہ ہو جائے اور جو کچھ بقایا تھا، وہ ادا ہو جائے یا کسی فریق ثالث کو ترغیب دے سکے گی کہ وہ اُسے روپیہ قرض دے۔ اگر کوئی ملک درحقیقت اپنے وسائل سے زائد خرچ کر رہا ہو تو ایسی حالت میں قرضہ لینے سے اور خرابی بڑھ جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ اس طور پر حقیقی خطرہ کچھ مدت کے لیے

نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس حالت میں بھی قدر زر کا بہت اعلیٰ ہو جانا ایک لحاظ سے بہت پسندیدہ ہے۔ کیونکہ قدر زر کا جو اثر عام قیمتوں پر پڑتا ہے (اُن مشہور اصولوں کے مطابق جو اِن دونوں کے باہمی تعلق پر اثر انداز ہوتے ہیں) اس کے مطابق یہ بات قرین قیاس ہے کہ اشیاء درآمدمیں، اور اس وجہ سے قرضداری کی مقداریں، تخفیف واقع ہو۔ لیکن ہمیں بالفعل سب سے زیادہ جس چیز سے سروکار ہے، وہ یہ تحقیق کرنا ہے کہ اعلیٰ شرح سود کا اُن حالات میں جن سے ہمیں معمولاً رباد و سابقہ پڑتا رہتا ہے، کیا اثر پڑتا ہے۔ ان حالات سے مراد ایسے عارضی تغیرات اور فوری حادثات ہیں جیسے کہ کسی فصل کے ضائع ہو جانے سے یا کوئی عام قومی فضول خرچی کا دور آ جانے سے (جو قیمتوں کے ایک خطرناک اضافے پر جاکر ختم ہوتا ہے) یا غیر معمولی طور پر کثیر جنگی مصارف کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں۔ ان حالات میں جبکہ ملک کے وسائل پر کچھ دیر کیلئے تباہی آ جاتی ہے اور اس کے قرضوں میں خوب اضافہ ہو جاتا ہے، یہ بات بہت ہی پسندیدہ — بلکہ قطعی طور پر ناگزیر — ہے کہ نہ صرف بنک کار اور تاجر بلکہ عام پبلک بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ اعلیٰ شرح سود کی بدولت کس قدر فوری اور موثر مدد حاصل کی جا سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسی صورتِ حال کا ایک قدرتی نتیجہ ہے۔ وہ لوگ بڑی غلطی پر ہیں جو ایسی شرح سود کو ناقابل برداشت کہتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اُس کی وجہ سے اُن نقصانات اور مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے جو قوم کے تجارت پیشہ طبقے کو ان حالات میں پیش آیا کرتے ہیں۔ کیونکہ نظری طور پر یہ بات صاف واضح ہے (اور واقعات نے عملی طور پر اس نظریے کی خوب توثیق کر دی ہے) کہ اگر کسی وقت اُن عارضی ناگہانی حادثات میں سے جنکی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے، کسی حادثے کی وجہ سے سونا برآمد ہونے لگے اور اندیشہ پیدا ہو جائے کہ یہ برآمد اُس مقدار سے تجاوز کر رہی ہے جو بہ آسانی چھوڑی جا سکتی ہے، نیز یہ محسوس ہونے لگے کہ جس رفتار سے سرمایہ یا زر نکلا جا رہا ہے اُس سے اتنی قلت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے کہ ملک کا معمولی کاروبار چلنا دشوار ہو جائے، تو اس صورتِ حال کا اِس سے زیادہ موثر علاج کوئی نہیں کہ غیر ملکوں کو یہ ترغیب دی جائے کہ وہ پھر اس چیز کو مہیا کر دیں جو ہمارے ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ملک میں سرمایے کا داخلہ شروع ہو جائے تاکہ وہ اُس سرمایے کی جگہ لے سکے جو کسی اور مقام کی شدید ضرورت کے زیر اثر کچھ مدت کے لیے ملک سے چلا جا رہا ہے۔ اور یہ سرمایے کا داخلہ صرف اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ اُس کے سامنے اعلیٰ شرح سود کے فوائد پیش کئے جائیں — یعنی خود وطن میں اُس پر جو شرح سود مل سکتی ہے،

130

131

اُس سے یہ شرح اعلیٰ ہو، نیز وہ اُن تمام مصارف کی تلافی کرنے کے لئے کافی ہو جو سرمایہ دار کو اپنا سرمایہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کرنے میں لاحق ہوتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ آیا یہ ترغیب اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کافی قوی ہے، اِس کا پتا مبادلات خارجہ سے جو علامات ظاہر ہوں، اُن سے فوراً لگ جائے گا۔ اگر جس ملک میں سود اعلیٰ ہو، اُس کے نام کی ہنڈیاں بڑھتی ہوئی قیمتوں پر بھی خوب طلب کی جائیں تو اِس سے یہ بات ظاہر ہو گی کہ اعلیٰ شرح کی ترغیب اپنا اثر کر رہی ہے۔ جب اہلِ انگلستان بڑی بے چینی سے اس بات کو دیکھ رہے تھے کہ اُن کا سونا ہر ہفتے جہازوں پر لد لد کر امریکہ کی طرف جا رہا ہے اور انھیں یہ بتایا گیا کہ وہ اپنی تسلّی کے لیے یورپی مبادلات کو دیکھیں، جن کے متعلق یہ کہا گیا کہ اب وہ ہمارے موافق ہوتے جا رہے ہیں، تو اس تمام صورتِ حال کا مطلب یہ تھا کہ اہلِ یورپ اب زیادہ شوق کے ساتھ انگریزی ہنڈیوں کے خواہاں ہو گئے ہیں ــــ اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ انگلستان رقمیں روانہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور یہ کہ سرمایہ یورپ سے ہماری طرف کو آ رہا ہے۔ جس قدر ہنڈیوں کی قیمت بڑھتی ہے، اُسی قدر مقامِ طلا قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر میں رقموں کی روانگی ہنڈیوں کے ذریعے سے نہیں بلکہ سونے کی شکل میں ہونے لگتی ہے۔ انگلستان رقمیں روانہ کرنے کی غرض سے ہنڈیاں خریدنے کا اثر عملی طور پر بالکل وہی ہے جو سونا جہاز پر لاد کر روانہ کرنے کا ہے کیونکہ ہر انگریزی ہنڈی جو کسی یورپی سرمایہ دار کے قبضے میں ہو، اُسے یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ ہم سے سونا وصول کرے۔

کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم نے شرحِ سود کے اضافے کا اس طور پر ذکر کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید زر کو مصنوعی طور پر گراں بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے، واقعہ یہ ہے کہ جہاں سے طلا بہ کثرت خارج ہونے لگے، وہاں شرحِ سود قدرتی طور پر بلند ہو جائے گی۔ فلز جہازوں پر لد لد کر باہر چلے جانے سے اُس کی جو کمی واقع ہو گی، وہ خود بخود شرح سود کو بلند کرنے کی طرف مائل ہو گی۔ اور بنک کار ادارے خود اپنے مفاد کی خاطر (جو پبلک کے مفاد کے مرادف ہو گا) جہاں تک اُن کے اختیار میں ہو، جلد یہ نتیجہ پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہمارا استدلال بہت پیچیدہ ہو جائے گا اگر اس نوبت پر ہم یہ بحث شروع کر دیں کہ آیا جو چیز فلز برآمد ہونے سے کم ہو جاتی اور اعلیٰ شرح سود کے لالچ سے واپس لائی جا سکتی ہے، وہ سرمایہ ہے یا زر۔ خواہ وہ کچھ ہی ہو، اعلیٰ شرح سود کی وجہ سے نفع کمانے کا جو موقع پیدا ہو جاتا ہے، اُسے کوئی نہ چھوڑے گا۔ اگر کوئی ملک اپنے قرضے ادا کرنے کے لیے طلا برآمد کر رہا ہے تو وہ گویا اپنے سرمایے کا ایک جزو باہر بھیج رہا ہے۔ اور بیرونی بنک کار

جو انگریزی ہنڈیاں خریدنے کے لیے سونا بھیجتے ہیں وہ ہمارے لیے عارضی طور پر سرمایہ مہیا کر رہے ہیں تاکہ وہ باہر جانے والے سرمایے کی جگہ لے سکے۔ ساتھ ہی جو فلز واقعی طور پر برآمد ہو جاتا ہے، اس سے ملک کے زر میں نقصان آتا ہے اور جو سونا بیرونی ملکوں سے درآمد ہوتا ہے، اُس سے اِس نقصان کی پابجائی ہو جاتی ہے۔ دونوں صورتوں میں جو چیز درحقیقت دوسرے ملکوں سے سونا کھینچ لانے کا موثر سبب ہوگی، وہ اعلیٰ شرح سود سے نفع کمانے کے مواقع ہوں گے۔

183

تمام ناموافق مبادلات کے جس علاج پر ہم بحث کر رہے ہیں، اُس کی اثر اندازی کا بہت ہی کامل امتحان اُس وقت سے ہو رہا ہے جب سے کہ انگلستان بنک نے اپنی کمترین شرح بٹہ میں بہ نسبت سالہائے گزشتہ کے زیادہ جلد اور زیادہ وسیع تبدیلیاں کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اِس سے یہ نہ فرض کر لیا جائے کہ انگلستان بنک خود زر کو گراں یا ارزاں بنا سکتا ہے۔ ۱۸۴۴ء کا قانون منظور ہونے سے پہلے جب کہ بنک کو غیر محدود اجرائی کا حق حاصل تھا، بازار زر پر یقیناً اس کا بہت بڑا اثر تھا لیکن اب جبکہ اُس کے وسائل کسی اور ادارے کے وسائل کی طرح بہت سختی سے محدود کر دیئے گئے ہیں، تو اُس کی قوت، زر کو گراں یا ارزاں بنانے کے بارے میں، خود اُس کے اپنے نوٹوں کے ذخیرے سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اب طلب کے حالات جس شرح کے مقتضی ہیں، اُس سے ارزاں تر شرح پر وہ پبلک کو یہ نوٹ قرض دے کر صرف چند دنوں یا ہفتوں کے لئے وہ زر کی قیمت کو اونچی رکھ سکتا ہے۔

184

بنک کی کمترین شرح میں جو تبدیلی کی جاتی ہے، اُس کی اصلی اہمیت یہ نہیں ہے کہ اس سے بازار زر پر بنک کی قوت ظاہر ہوتی ہے بلکہ اس سے بازار زر کے حالات کا پتا چلتا ہے۔ کمترین شرح معین کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ پبلک کے حق میں عملاً بیشترین شرح بن جاتی ہے۔ اچھے ساکھ والے اشخاص کے لیے تقریباً ہمیشہ یہ ممکن ہے کہ بنک کی شرح سے کسی قدر کم پر روپیہ حاصل کریں۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ طلب بڑھنے کا دباؤ بالعموم سب سے آخر میں انگلستان بنک کو محسوس ہوتا ہے۔ پس بنک کی شرح بڑھنے کے بالعموم یہ معنی ہیں کہ اس سے پہلے ہی دوسرے تمام ذرائع پر جہاں سے روپیہ حاصل کیا جا سکتا ہے، دباؤ پڑ چکا ہے اور طلب کا اثر آخری ذخیرہ محفوظ تک پہنچ چکا ہے۔ بعض اوقات اندرونی اسباب یا خوف کی بنا پر بھی بنک اپنی شرح بڑھا سکتا ہے، لیکن بالعموم شرح بڑھنے سے وہی نتیجہ نکالا جاتا ہے جس کا ہم نے اوپر خاکہ پیش کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیرونی سرمایہ دار واجبی طور پر انگلستان بنک کی کمترین شرح کے تغیرات کو بڑی اہمیت

دیتے ہیں۔ وہ سچا طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تبصرات قیمت زر کو قابو میں رکھنے کی کوشش کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ قدر زر میں کہاں تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جب کبھی بنک کی شرح بٹہ میں اضافہ ہوا ہے، اس کے بعد ہی مبادلات بلٹ کر انگلستان کے موافق بن گئے ہیں اور اس کے برعکس جو ہی شرح سود گھٹا دی گئی ہے مبادلات کی موافقت کم ہوگئی ہے۔ یعنی پہلی حالت اس بات کی علامت ہے کہ انگلستان کے نام کی ہنڈیاں

135

طلب کی جارہی ہیں تاکہ مروجہ شرح سے فائدہ اٹھانے کے لیے یہاں سرمایہ بھیجنے کا ذریعہ مل سکے۔ دوسری حالت اس کا ردعمل ہے یعنی بیرونی شہروں کے نام کی ہنڈیاں یہاں طلب کی جارہی ہیں تاکہ یہ سرمایہ واپس بھیجا جاسکے یہی مطلب دوسری طرح سے یوں ادا کیا جاسکتا ہے کہ پہلی مثال میں یہاں بیرونی راجدعایوں کے نام کی ہنڈیوں کے خریدار بہت کم ہیں کیونکہ بیرونی لین دار اپنے انگریز دین داروں کو مہلت دینے اور اپنی رقموں کیلئے کچھ اور انتظار کرنا پسند کرتے ہیں تاکہ اس اثنا میں نفع بحش انگریزی شرح سے سود کمائیں۔ دوسری مثال میں جبکہ یہ شرح گھٹا دی جاتی ہے، بیرونی لین دار یہ دیکھتے ہیں کہ اگر وہ ہم سے ابھی اپنے مطالبات وصول نہ کریں تو انھیں کوئی فائدہ ملنے والا نہیں لہذا جو کچھ حسابات باقی ہیں ان کی یکسوئی کے طالب ہوتے ہیں۔

سرمایے کو اپنی طرف مائل کرنے پر اعلیٰ شرح سود کا جو عام اثر پڑتا ہے اور اس وجہ سے مبادلات خارجہ پر اس کا جو عمل ہوتا ہے، ان باتوں کو وہ لوگ بھی جو بنک کاری کے کاروبار کی تفصیلات سے واقف نہیں ہیں، بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں لیکن اسی سبب کا ایک اور نتیجہ بھی ہے جس کی نوعیت زیادہ فنی ہے۔

یہ یاد ہوگا کہ ہر ملک کی مجموعی قرضداری کا ایک بڑا جزو عام طور پر ایسی ہنڈیوں کی شکل میں موجود ہوتا ہے جو ابھی کچھ مدت تک چل سکتی ہیں۔ اب یہ ہنڈیاں شاذ ہی ہنڈی لکھنے والوں

136

کے ہاتھوں میں رہتی ہیں۔ بلکہ وہ کچھ تو فوری ادائگی رقوم کے لیے اس ملک کو بھیجدی جاتی ہیں جہاں وہ قابل ادائی ہیں اور کچھ انھیں ایسے بنک کار یا سرمایہ دار خرید لیتے ہیں جو اپنا روپیہ ان میں مشغول رکھنا چاہتے ہیں تاکہ ان کی تاریخ اجرائی اور تاریخ ادائی کے درمیان جو وقفہ گزرتا ہے، اس میں انھیں کچھ سود حاصل ہو جائے۔ یہ سود ہنڈیوں کی ارزاں ترقیمت کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی ہنڈی تاریخ تحریر سے تین ماہ بعد قابل ادائی ہے تو اس کی جو قیمت بنک کار ادا کریگا وہ ایک عندالطلب ہنڈی کی قیمت سے تین ماہ کا سود منہا کرنے کے بعد جو بچے، اس کے مساوی

ہوگی۔ اور یہ سود اُس ملک کا نہ ہوگا جہاں ہنڈی لکھی گئی ہے بلکہ اُس مقام کا ہوگا جہاں وہ قابل ادائی ہے۔ کیونکہ جب تک خریدار بیرونی ملک میں وہاں کی مروجہ شرح سے ہنڈی پر بٹہ نہ کاٹے، اُس وقت تک وہ ایک عندالطلب ڈرافٹ کی طرح فوراً قابل وصول نہیں بنتی۔ اور ہنڈی لکھنے والا ایسی ہنڈی کی قیمت سے یہ منہائی اُسی شرح سے بغیر نقصان کے برداشت کرسکتا ہے، کیونکہ وہ بیرونی قبولنے والے کو ادائی سے پہلے تین مہینے کی مہلت دے کر جب تک ہنڈی کی واقعی ادائی سے قرضہ بیباق ہوجائے، اُس سے اتنا ہی سود وصول کرلے گا جتنا کہ خود ہنڈی کی قیمت میں اسے کھونا پڑتا ہے۔ چنانچہ جب سرمایہ مشغول رکھنے کے لیے بیرونی ہنڈیاں خریدی جاتی ہیں تو مقصد یہی ہوتا ہے کہ اپنے وطن کی مروجہ ادائی شرح کی بجائے کسی بیرونی ملک کی اعلیٰ شرح سے نفع کمایا جائے اور یہ بہت ضروری ہے کہ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے۔ کیونکہ جو رجحان ابھی بیان ہوا ہے، اُس کے متعلق یہ سمجھ لیا جاسکتا ہے کہ اگر کسی ملک میں جس کا ساکھ بے عیب ہے شرح سود خاص طور پر اعلیٰ ہوجائے تو وہاں وہ ہمیشہ عمل پذیر ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہنڈیوں کے وہ خریدار جنھیں ہم تخمین باز کہہ سکتے ہیں، جو سود حاصل کرسکتے ہیں، وہ دو شرحوں کے بین بین ہوتا ہے: ایک اس ملک کی شرح جہاں ہنڈی خریدی گئی ہے، دوسرے اس ملک کی شرح جس کے نام پر ہنڈی لکھی گئی ہے۔ کیونکہ مسابقت کی وجہ سے فروشندہ اِس قسم کے منافع کا ایک جزو خود حاصل کرسکتا ہے۔ اگر جرمنی کی شرح ۳ فی صد اور انگلستان کی شرح ۵ فی صد ہو تو جن لوگوں کے پاس انگلستان کے نام کی تین مہینے والی ہنڈیاں موجود ہیں، وہ ۵ فی صد بٹے پر راضی ہونے کے لیے مجبور نہ ہوں گے حالانکہ ابتدائی اصولوں کے مطابق اسی شرح سے بٹہ کٹنا چاہیئے۔ بہت سے اشخاص ایسے ملیں گے جو وطن کی اعلیٰ ترین شرح کے مقابلے میں خود ایک فی صد زیادہ کمانے کے خیال سے بجائے ۵ فی صد کے، جو قدرتی شرح معلوم ہوتی ہے، ۴ فی صد سے زیادہ منہائی کا مطالبہ نہ کریں گے۔ یہاں یہ بیان کردینا ضروری ہے کہ عام طور پر یہ بیشتر یا کمتر منہائیاں منہا ہونے والے سود کی شرح میں نہیں بلکہ ہنڈی کی قیمت میں ظاہر کی جاتی ہیں ـــــ ہنڈی اتنی زیادہ ارزاں ہے یا اتنی زیادہ گراں ہے۔ لیکن مصلحت اسی میں ہے کہ مسئلے پر اُس کی ابتدائی شکل میں غور کیا جائے تاکہ شرح سود کی قوت کا زیادہ واضح طور پر اندازہ ہوجائے۔

اب ہم ایک اور واقعے کی طرف آتے ہیں اور اسکو بھی صاف طور پر سمجھ لینا بہت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ بنک کاروں اور مبادلے کا کاروبار کرنیوالوں کے ہاتھوں میں مختلف ملکوں کے ناموں کی ہنڈیاں ہر وقت

بڑی تعداد میں موجود ہوتی ہیں۔ ان میں سے کچھ تو تخمین کی غرض سے جو ہنڈیوں کی قیمت کی کمی بیشی سے ممکن ہے رکھی رہتی ہیں لیکن وہ بہت بڑی حد تک محض اُس سود کی خاطر جو اُن سے حاصل ہوتا ہے، رکھی جاتی ہیں۔ انگلستان والی ہنڈیوں پر شرح سود اکثر بمقابل یورپی شرحوں کے اعلیٰ ہوتی ہے اور اس لیے وہ باہر والوں میں شغل اصل کیلئے بہت مقبول ہیں۔ پیرس، برلن، فرانکفرٹ، ہامبرگ اور دوسرے یورپی شہروں میں بنک کاروں اور مشترک سرمایہ دار کمپنیوں کے پاس انگلستان والی ہنڈیاں اکثر کئی ملین اسٹرلنگ تک پہنچ جاتی ہیں اور ایک بہت بڑی رقم کئی کئی ماہ تک ـــــ بلکہ ہنڈیوں کے لکھے جانے کے وقت سے اُنکے واجب الادا ہونیکے وقت تک ـــــ ان کے ہاتھوں میں پڑی رہتی ہے۔ اس واقعے کی زبردست اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کسی وقت یہاں شرح سود یورپ کی مروجہ شرح سے نیچے گر جائے، تو پھر لازمی طور پر یہ ساری کی ساری ہنڈیاں فوراً لندن بھیجی جائیں گی اور وہاں اُن پر ارزاں شرح سے بٹہ کاٹا جائے گا تاکہ اس طرح جو قیمت وصول ہو، وہ سونے کی شکل میں یورپ روانہ کر دی جائے اور وہاں کے مقامی تمسکات میں قرض کردہ اعلیٰ شرح پر مشغول کر دی جائے۔ اس کے برعکس جب تک کہ لندن میں شرح بٹہ باہر کی شرحوں سے بلند تر ہے، اس وقت تک بیرونی بنک کاروں کو یہی ترغیب ہوگی کہ وہ ہنڈیوں کو واجب الادا ہونے تک اپنے ہی پاس رکھ چھوڑیں۔ یہ یاد ہوگا کہ جو قرضہ زیر بحث ہنڈیوں کی شکل میں موجود ہے اور جس کے بغیر وہ وجود میں نہ آسکتیں، اُسے دیر یا سویر ادا ہونا ضروری ہے۔ لیکن کس وقت اُس کا تصفیہ کیا جائے گا، اس کا انحصار، خاص حدود کے اندر، شرح سود پر ہوگا۔ اگر یہ اعلیٰ ہو تو ہنڈیوں کو باہر ہی چلنے دیا جائے گا اور آخری لمحے تک سونا برآمد نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ ادنیٰ ہو تو اس بات کا امکان ہے کہ ساری کی ساری ہنڈیاں، جونہی کہ وہ لکھی جائیں، بٹہ کاٹنے کے لیے انگلستان بھیجی جائیں اور بجائے تین ماہ بعد کے فوراً سونا برآمد ہونے لگے۔

چنانچہ ہم ایک عملی مثال لیکر دیکھیں گے۔ اگر طلا انگلستان سے برآمد ہو کر امریکہ جا رہا ہو تو شرح بٹہ بڑھا دینے سے بیرونی سرمایہ داروں کو ترغیب ہوگی کہ اپنی انگلستان والی ہنڈیاں آخری لمحے تک روک رکھیں، نیز اپنی رقمیں اعلیٰ شرح پر مشغول رکھنے کے لیے انھیں اسی طرف روانہ کریں۔ ان دونوں واقعات کے اثر سے باہر ان ہنڈیوں کی طلب پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے اُن کی قیمت چڑھنا لازمی ہے۔ ساتھ ہی بیرونی ہنڈیوں کی قیمت میں اسی نسبت سے اتار واقع ہوگا۔ کیونکہ انگلستان رقمیں بھیجنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ انگریزی کاروباری اداروں کو بیرونی

139

بنک کاروں کے نام ہنڈیاں لکھنے کی ہدایت کردی جائے۔ لہٰذا قرینہ یہ ہے کہ یہ ہنڈیاں بازار پر آپڑیں گی۔ لیکن ہم نے فرض یہ کیا ہے کہ لوگ اپنا سرمایہ انگلستان سے واپس لے جانا نہیں چاہتے بلکہ وہیں چھوڑ رکھنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ان ہنڈیوں کے بہت کم خریدار ہوں گے اور لازمی طور پر ان کی قیمتیں گریں گی (بیرونی ملکوں میں انگریزی ہنڈیوں کا چڑھ جانا ہمیشہ اس بات کے مرادف ہے کہ انگلستان میں بیرونی ہنڈیوں کی قیمتیں گر گئی ہیں۔ کیونکہ ہر بین قومی لین دین کو چکانے کے دو طریقے ہیں؛ یا تو لین دار دین دار کے نام ہنڈی لکھتا ہے اور یا دین دار کوئی ہنڈی خرید کر لین دار کے پاس روانہ کرتا ہے۔ اس لیے جن حالات میں لین دار کو اپنی ہنڈی فائدے کے ساتھ فروخت کرنا دشوار ہوتا ہے، انھی حالات میں دین دار کے لیے یہ دشوار ہوتا ہے کہ فائدے کے ساتھ روانگی رقم کا ذریعہ خرید سکے۔ جب انگلستان کی ہنڈیاں باہر کم قدر ہوتی ہیں تو یورپ کی ہنڈیاں لندن کے صرافے میں بیش قدر ہو جاتی ہیں اور جب اعلیٰ سود کی وجہ سے سرمایے کا بہاؤ انگلستان کی طرف ہو لے لگتا ہے اور لندن کی ہنڈیاں اعلیٰ قیمتوں پر بھی حسب طلب کی جاتی ہیں تو اسی کے مطابق انگلستان میں بیرونی شہروں کی ہنڈیوں کے لیے طلب غائب اور ان کی قیمتیں ادنیٰ ہو جاتی ہیں)۔

مذکورہ بالا بیانات کے بعد ایک سوال واجبی طور پر کیا جا سکتا ہے ــــــ یہ کیسے ممکن ہے کہ باوجود سرمایہ ایک ملک سے دوسرے ملک کو جلد جلد منتقل ہوتے اور جو خالی جگہیں رہ جائیں ان کے پُر ہو جانے کے، پھر بھی دو ملکوں کے درمیان شرح سود میں اتنا بڑا فرق موجود رہے جتنا کہ انگلستان اور یورپ کے درمیان کچھ مدت کے لیے کبھی کبھی دیکھا گیا ہے۔ یعنی اس کی کیسے تشریح کی جائے کہ ایک وقت میں شرح سود لندن میں ۶ فی صد اور ہامبرگ اور دوسرے یورپی شہروں میں ۲ یا ۳ فی صد رہے۔ یہ ایک ایسا معما ہے جس نے کئی مرتبہ حب ہماری شرح سود یورپ کی شرح سے اس قدر بڑھ گئی ہے، بہتوں کو حیران کیا ہے لیکن یہ ایک ایسا سوال ہے جو انتہائی آسانی کے ساتھ حل کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک ہامبرگ کا تعلق ہے، وہاں ایک مخلف زر موجود ہے، جس کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ ہامبرگ کے سرمایہ داروں کے پاس، ہمارے مفروضے کے مطابق اس قدر فالتو سرمایہ ہے کہ انھیں اُس پر صرف ۲ فی صد سود مل سکتا ہے۔ لیکن ان کا یہ سرمایہ چاندی کی شکل میں ہے۔ لہٰذا اس زاید سرمایے کو انگلستان بھیجنے کا امکان اس بات پر منحصر ہے کہ چاندی فائدے کے ساتھ فروخت کی جا سکے۔ اِس کا قدرتی طریقہ یہ ہوگا کہ چاندی جہاز پر لاد کر انگلستان بھیجی جائے، وہاں جو قیمت ملے، اُس پر اُسے فروخت کیا جائے اور اس کی آمدنی

سے انگلستان کی مروجہ اعلیٰ شرحوں کے مطابق ہنڈیوں پر بٹہ کاٹا جائے۔ لیکن جب یہ ہنڈیاں
پختہ ہو جائیں اور ہامبرگ کا بنک کار اپنا سرمایہ واپس حاصل کرنا چاہے تو اُسے ساورن کو جس
میں انگریزی ہنڈی ادا کی جاتی ہے، پھر چاندی سے بدلنا پڑے گا، بلکہ ممکن ہے اُسے کچھ بڑھوتری
دینا پڑے۔ اور یہ چاندی اُسے دوبارہ جہاز پر لاد کر ہامبرگ بھیجنا پڑے گا۔ نظری حیثیت سے 142
یہی اس کا مکمل طریقہ ہے۔ وہ چاندی روانہ کرتا ہے، اُس کی ہم قدر رقم کچھ مدت کے لیے
ایسی ہنڈیوں میں، جو سونے کی شکل میں قابل ادائی ہیں، مشغول کرتا ہے اور جب ہنڈیاں
پختہ ہو جاتی ہیں تو دوبارہ ہامبرگ چاندی روانہ کرتا ہے۔ پس جب اِس سارے عمل کے آخر
میں وہ اپنی بچت نکالنے بیٹھے، تو سب سے پہلے ایک بات تو اُس کو اپنے موافق ملے گی یعنی
ہامبرگ والی شرح اور انگریزی شرح کے درمیان فرق جسے ہم نے ۴ فیصد تک فرض کیا ہے۔
لیکن اگر یہ فرض کیا جائے کہ اس نے اپنا سرمایہ تین ماہ کی ہنڈیوں میں مشغول کیا ہے تو پھر وہ صرف
ایک چوتھائی سال کے لیے اس فرق سے فائدہ اٹھائے گا اور اس طرح اس کا ظاہری منافعہ
اس حد تک ایک فیصد ہوگا۔ لیکن اس ایک فی صدی میں سے موافق حالات کے تحت، چاندی
کی آمد و رفت کا خرچ ادا کرنا ہوگا؛ پہلے چاندی انگلستان پہنچنے کا اور پھر اُس کی واپسی کا۔
مزید برآں یہ ممکن ہے کہ چاندی انگلستان پہنچنے کے بعد جس قیمت پر بیچی جائے، وہ اُس قیمت
سے مختلف ہو جو پھر وطن میں سرمایہ درکار ہونے پر اُسی دھات کی اتنی ہی مقدار خرید لے
کے لیے اُسے دینا پڑے اور ان دو قیمتوں کے فرق کا اُسے نقصان اُٹھانا پڑے۔ اب یہ
بات سراسر ممکن ہے کہ زر روانہ کرنے کے یہ مصارف اور چاندی پر یہ نقصان اُس ایک فیصد
نفع سے جو ہمارے مفروضے کے مطابق اسے حاصل ہوا ہے، کہیں زیادہ بڑھ جائے۔ اور اسی
لیے یہ بالکل قدرتی اور سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ کبھی کبھی ایسے حالات جمع ہو جائیں جن کے
تحت ہماری شرح ٹلہ اور ہامبرگ کی شرح کے درمیان ۴ فیصد تک فرق موجود ہو اور پھر بھی ان کا 143
زائد سرمایہ ہمارے بازار کی طرف رُخ نہ کرے۔ ساتھ ہی ہم یہ ماننے کے لیے تیار ہیں کہ ایک
حد ایسی موجود ہے جہاں یہ فرق اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ نقصان اور مصارف کے امکانات کی
ضرورت سے زیادہ تلافی اضافۂ سود سے ہو جاتی ہے، خاصکر اگر یہ اعلیٰ شرح تین مہینے والی
ہنڈیوں کی بجائے چھ مہینے والی ہنڈیوں کے لیے حاصل کی جا سکے۔ جن دنوں میں آبنائے
انگلستان کے اس جانب شرح بلہ اعلیٰ ہو جاتی ہے تو یہاں بسا اوقات کثرت سے یہ فرمائشیں

آتی ہیں کہ بیرونی بنک کاروں کے لیے چھ مہینے والی ہنڈیاں لے لیجائیں۔ اور ظاہر ہے کہ ترجیح زیادہ طویل میعاد کے کاغذ کو دی جاتی ہے۔ کیونکہ اگر فلز کی آمد و رفت کا خرچ اور چاندی پر نقصان کا خطرہ، یہ دونوں تو ایک حالت پر رہیں اور سود کی مرغوب شرح اتنی زیادہ مدت تک ملتی رہے تو منافعہ کے امکانات قریبًا دوگنے ہو جاتے ہیں یا کم از کم جو خطرات اپنے اوپر لیے جاتے ہیں، ان کی پابجائی کیلئے فورًا زیادہ گنجائش نکل آتی ہے۔

ایک ملک سے دوسرے ملک کو سرمایہ روانہ کرنے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں، اور ساتھ ہی اگر یہ مقصود ہو کہ بیرونی بنک کار ہمارے بازار زر کی مدد کو پہنچیں تو ان مشکلات پر غالب آنے کے لیے ایک کافی بلند شرح سود سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے، ان امور کی تشریح ہا ببرگ کی مثال سے، جہاں چاندی کے زر کا رواج ہے، خاص خوبی کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر دونوں ملکوں میں ایک سا زر ہو تب بھی اس بات کی تشریح آسان ہے کہ کیونکر دو ملکوں میں بہ یک وقت سود کی دو مختلف شرحوں کا موجود رہنا ممکن ہے۔ جو بات دیکھنی ہے، وہ فلز کی آمد و رفت کا خرچ ہے۔ اور جو فاصلہ دو ملکوں کے درمیان ہوگا، اسی کے مطابق شرح سود میں کم یا زیادہ فرق پایا جانا ممکن ہوگا۔ لندن اور پیرس کی شرحوں کے درمیان کبھی بہت بڑا فرق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان دو شہروں کے درمیان سونا بھیجنے یا منگوانے کا خرچ گھٹتے گھٹتے کمترین ہو گیا ہے۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ بہت تھوڑا خرچ بھی بڑی رکاوٹ بن جاتا ہے کیونکہ سود فی صد جو لیا جاتا ہے، اُس کا حساب فی سال کیا جاتا ہے اور اگر تین مہینوں والی ہنڈیوں کا معاملہ پیش نظر ہے تو جو کچھ منافعہ ملے، اُسے چار سے تقسیم کرنا ہوگا، حالانکہ فی صد خرچ کا سارا بوجھ ایک ہی معاملے پر پڑیگا۔ اگر خرچ صرف ½ فی صد ہے تو قبل اِس کے کہ کچھ فائدہ ملنا شروع ہو شرح سود میں سالانہ ۲ فی صد یا تین اور پر ½ فی صد منافعہ ملنا چاہیئے فرض کرو کہ پیرس کے سرمایہ دار یہ اندازہ کرتے ہیں کہ وہ اپنا سونا ½ فیصد خرچ سے انگلستان بھیج سکتے ہیں اور یہ امید کرتے ہیں کہ مبادلات کی حالت اِس طرح اُن کے موافق ہوگی کہ وہ بغیر کسی خرچ کے اُسے پھر واپس لاسکیں گے۔ باوجود اس کے یہ ضروری ہے کہ یہ لندن کی شرح سود پیرس کی شرح کے مقابلے میں دو فی صد سے زائد بڑھی رہے، تاکہ محض اعلیٰ سود کی خاطر فرانس سے انگلستان سونا بھیجنے کا کام نفع بخش ثابت ہو سکے۔

یہ ہے سادہ تشریح اس بات کی کہ کیوں شرح بٹہ کا تھوڑا سا اضافہ بعض حالات میں ـــــ یعنی جب انگلستان والی ہنڈیوں کی رسد زیادہ نہ ہو ـــــ یورپ سے سونا لانے کے لیے

کافی نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ وہ کسی قدر اعلیٰ نقطے پر پہنچ جائے تاکہ یقین کے ساتھ فائدہ ملنا
شروع ہو۔ پس یہ کہنا بدیہی طور پر غلط ہے کہ اگر ۶ فی صد سے سونا نہیں آتا ہے تو وہ ۷، یا ۸ فیصد سے
بھی ہو کہ سالانہ شرح پر محض ایک خفیف سا اضافہ ہے، نہیں آئے گا۔ باوجود اس کے ایک موقعے
پر جبکہ بنک کی شرح ½۸ فی صد تک بڑھ گئی تھی، یہ سوال بار بار پوچھا جاتا تھا کہ کیا جب ۷ فی صد
شرح سونا لانے میں ناکام رہی تو ایک فی صد زیادہ لگانے سے یہ نتیجہ حاصل ہو جائیگا۔ مذکورۂ بالا
بیانات سے امید ہے کہ یہ معاملہ اتنی روشنی میں آگیا ہے جو اس کو سمجھنے کے لیے کافی ہو سکے۔
پہلے چند فی صد کا اس سے زیادہ اثر نہیں ہوتا کہ خود فلز روانہ کرنے کے اخراجات نکل آئیں۔
ایک فی صد خرچ نکلنے کے لیے تین مہینے والی ہنڈیوں پر ۴ فی صد فی سال کا فرق ضروری
146 ہے۔ لیکن جو کچھ مصارف (یا مصارف کا خطرہ) جو در اصل اس چیز کے قریباً مرادف ہیں
جسے عام طور پر نقصانِ مبادلہ کہا جاتا ہے، نکل آئیں تب ہر مزید فی صد جو بہ شکل بٹہ عطا کیا جائے
ایک واقعی اور یقینی منافع ہو جاتا ہے لہذا اگر سونا درکار ہے تو بٹے کی شرح یہاں تک
بڑھائی چاہیئے کہ وہ نقطہ پہنچ جائے۔ اس سے کم پر رک جانا بعض حالات میں بے سود ہوگا۔
لیکن چونکہ انگلستان والی ہنڈیوں کی رسد قریباً نہ ختم ہونے والی معلوم ہوتی ہے، اس
لیے یہ عملدرآمد اس سے کسی قدر مختلف شکل کا ہوگا جو ہم نے ابھی بیان کیا ہے، لیکن رجحان
مسلّم طور پر ایک ہی ہوگا۔ جب انگریزی شرح سود بڑھ جائے تو یورپی ملکوں میں اس حالت
سے فائدہ اٹھانے اور عارضی فائدہ مند شغل کے لیے انگلستان سرمایہ بھیجنے کی عام خواہش
ہوگی لیکن انگلستان کو رقم کس طرح روانہ کی جائے۔ بدیہی طور پر ہنڈیوں کے ذریعہ سے، جب
تک کہ ہنڈیاں دستیاب ہو سکیں۔ لہذا ان لوگوں کے پاس انگلستان کی ہنڈیاں موجود ہیں اور
وہ انھیں بیچنے پر آمادہ ہیں، وہ اپنے آپ کو ایک ایسی چیز پر قابض پاتے ہیں جس کی
طلب یکایک بڑھ گئی ہے اور اس طرح وہ ان کی اعلیٰ قیمتیں وصول کر سکتے ہیں۔ مسابقت کے اثر
سے یہ قیمت بڑھنے لگتی ہے یہاں تک کہ ہنڈیوں کے ذریعے سے رقم بھجوانا قریباً اتنا ہی
گران خرچ ہو جاتا ہے جتنا کہ خود فلز جہاز پر روانہ کرنا۔ اسی طرح جو منافع اُن لوگوں کو ملتا جو
147 معمولی شرح پر ہنڈیاں خرید کر انھیں اعلیٰ شرح پر مشغول کرنے کے لیے انگلستان بھجواتے، وہ اب
دو فریقوں میں تقسیم ہو جاتا ہے، وہ جو ہنڈی بیچتے ہیں اور وہ جو اسے خرید کر روانہ کرتے ہیں۔
اگر طلب زبردست ہو تو اس آخری فریق کو ہنڈی بالآخر اتنی ہی گران پڑے گی جتنا کہ خود فلز جہاز

یہ بھیجنے کا موجب ہوتا ہے۔ اور چونکہ ہنڈیوں کی رسد ناکافی ہونے لگتی ہے، اس لیے واقعی سونا روانہ ہونے لگتا ہے۔ یہ ہے فی تشریح اس امر کی کہ کیوں کسی ملک کی ہنڈیوں کی قیمت شرح سے چڑھ جاتی ہے جو کسی وہاں مل سکنے والے سود کی شرح میں عام اضافہ واقع ہوتا ہے۔

ہنڈیاں سرمایہ بھیجنے کا سب سے تیار اور سب سے آسان واسطہ ہیں اس لیے لوگ انھیں حاصل کرنے میں مسابقت کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی قیمتیں چڑھ جاتی ہیں۔ رہی خود مسابقت، وہ اعلیٰ شرح سود کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اگر یہ شرح گر جائے تو ہنڈیوں کی قیمتیں بھی اسی نسبت سے گر جائیں گی۔ شرح سود کا اثر ہمیشہ قوی ہوتا ہے اور اس کے نتائج ہمیشہ ایک سے ہوتے ہیں۔ لہذا اگر ملک سے سونا نکلنے لگے اور وہ تمام نتائج جو اس کے ساتھ وابستہ ہیں پیدا ہو جائیں تو بھر بٹے کی شرحوں میں تیز تیز اضافہ کرنے سے زیادہ قوی اور موثر کوئی اور اس کا علاج نہیں ہے۔ یہی تنہا عمل ہے جس کے ذریعہ سے وہ چیز جو ابھی ہاتھ سے نکلنے کو ہے روک لی جا سکتی ہے یا وہ چیز جو واقعی جا چکی، دوبارہ مہیا کی جا سکتی ہے۔ اور اس کا قدرتی اثر یہ نہیں ہے کہ زر کی قلت پیدا کرے۔ کیونکہ وہ کبھی قلتِ زر کا سبب نہیں ہو سکتا، ہاں اکثر اس کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس کا قدرتی اثر تو یہ ہے کہ اس قلت کا علاج اور اسے درست کرے اور وہ یوں کہ باقی تمام دنیا کے سامنے اتنی بڑھوتری پیش کرے کہ لوگ اپنا سرمایہ یا زر گران ترین بازار میں روانہ کرنے لگیں۔

ہمیں چاہئے کہ یہاں پھر ایک مرتبہ ان عجیب بیرونی ہنڈیوں کی طرف اشارہ کریں جن کا اس سے پہلے ذکر آ چکا ہے۔ یہ وہ ہنڈیاں ہیں جو کسی واقعی قرضداری کی نمائندہ نہیں ہوتیں۔ اور اس لیے اُن قوانین کے تابع نہیں ہوتیں جو ایسی قرضداری پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بلکہ اس کے برخلاف مبادلات پر اُن کا برعکس اثر پڑتا ہے۔ جب کسی ملک کا قرضہ دوسرے ملک کے مقابلے میں قریب قریب بیباق ہو جاتا ہے ——— یعنی جب دونوں کے درمیان قریباً تمام ہنڈیاں لکھی، بھیجی، اور ادا کر دی جاتی ہیں ——— تو اس صورتِ حال کا یہ قدرتی نتیجہ ہے کہ جو تھوڑی سی ہنڈیاں باقی رہ جائیں، اُن کی قیمت غیر معمولی طور پر بلند ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف جو ہنڈیاں کسی مال و اسباب کے لین دین کی قائم مقام نہیں ہوتیں بلکہ محض اعتبار پر مبنی اور اس وجہ سے (بجز اس علم کے کہ آگے چل کر اُن کے لئے رقم مہیا کرنا ضروری ہے) غیر محدود ہوتی ہیں، اُن کی اجرائی کا عمل مخالف سمت میں ہوتا ہے، یعنی ان کا رجحان ہنڈیوں کی قیمت کو پست کرنے کی

148

طرف ہوتا ہے۔ پس ایسی صورتیں پیش آتی ہیں جبکہ اُن کی اجرائی سونے کی برآمد پر اچھا خاصا اثر ڈال سکتی ہے لیکن یہ صرف اس میعاد کے لیے جس کے دوران میں ہنڈیاں چلتی رہتی ہیں کیونکہ جونہی وہ ادا کی جاتی ہیں، اُن کے سابقہ اثر کی فوراً تلافی ہو جاتی ہے۔ جو لوگ اِس طرح سے اعتبار پر ہنڈیاں لکھتے ہیں، وہ دو مختلف نیتوں سے اس بات پر آمادہ ہو سکتے ہیں: یا تو اُن کی یہ خواہش ہوگی کہ ہنڈیوں کی قیمت کے طور پر جو زر ادا کیا جاتا ہے، وہ انھیں واجبی یا ناواجبی اغراض کے لیے دو مہینوں تک استعمال کرنے کو ملے یعنی اس وقت تک جبکہ انھیں پھر یہ زر علحدہ کرنا پڑے تاکہ اُس سے رقم روانہ کرنے کے ذرائع خریدے جا سکیں ——— یا وہ یہ سمجھتے ہوں گے کہ جب اُن کے ڈرافٹ پختہ ہونے کو آئیں گے، اُس وقت بازار میں ہنڈیوں کی رسد نسبتاً زیادہ ہوگی اور جو قیمت انھیں اپنے ڈرافٹ کے معاوضے میں حاصل ہوئی تھی اُس سے نسبتاً ارزاں قیمت پر وہ حوالگی رقم کے ذرائع خرید سکیں گے اور اس طور پر کچھ نفع کمائیں گے۔ جو ڈرافٹ قرضہ وصول کرنے کے لیے نہیں بلکہ اعتبار پر لکھے جاتے ہیں، ان کی بدولت لکھنے والا بجائے کسی اور سے اپنا قرضہ واپس وصول کرنے کے خود قرضہ حاصل کرتا ہے۔ اور یہ ایک ایسی ترکیب ہے جس کی بدولت اُس ملک کے تاجر جہاں ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں، اگر وہ دین دار ہیں تو عارضی طور پر فلز روانہ کرنے کی ضرورت سے بچ جاتے ہیں اور اگر وہ فرمائشیں دینا چاہیں، تو نسبتاً ارزاں خرچ سے رقمیں روانہ کر سکتے ہیں۔ اور اگر برآمد اور درآمد کے موسموں کے درمیان کوئی وقفہ ہو اور اُس کے دوران میں ان ہنڈیوں سے کاربراری کی جاتی ہو تو اِس صورت میں وہ کافی مفید ثابت ہوتی ہیں کیونکہ فلز کی دوہری روانگی سے نجات ملتی ہے۔ لیکن دوسری صورتوں میں ایسی ہنڈیوں کی اجرائی سے خطرناک نتائج پیدا ہونے کا قرینہ ہے۔ سردست تو اُن کی وجہ سے مدد مل جاتی ہے کیونکہ جس چیز کی بہت زیادہ طلب ہے اور جو کسی دوسرے طریقے سے حاصل نہیں کی جا سکتی، وہ اس طور پر مہیا ہو جاتی ہے لیکن ایک خاص وقت گزرنے کے بعد اِس کی بدولت مشکل میں اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ اُس وقت اس کی مساوی مقدار پھر واپس کرنا ضروری ہے۔

یورپ میں اِس نوع کی ہنڈیاں اکثر ایسے انجن کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں جس کا کام انگلستان سے سونا کھینچ لانا ہے حقیقت میں وہ لندن کے بازار میں قرضہ لینے کا ایک طریقہ ہے۔ اور وہ یوں کہ ڈرافٹ جاری کئے جاتے ہیں جو تاریخ تحریر کے تین مہینے بعد قابل ادائی

ہوتے ہیں۔ یہ ڈرافٹ لندن روانہ کیے جاتے ہیں اور وہاں اُن پر بٹہ کاٹا جاتا ہے اور اِس سے جو آمدنی ہوتی ہے، اس سے سونا حاصل کیا جاتا اور جہاز پر لاد کر باہر روانہ کر دیا جاتا ہے۔ جب مبادلات یورپ کے حق میں ناموافق ہوتے ہیں، یعنی جب انگلستان والی ہنڈیوں کے عوض میں ڈالر یا فلارن معمول سے زیادہ تعداد میں ملنے لگتے ہیں، تو ایسی ہنڈیوں سے مصنوعی رسد پیدا ہو جاتی ہے اور قیمت چڑھ کر مقام طلائی تک نہیں پہنچنے پاتی۔

جو لوگ مبادلات کا، یعنی بیرونی ہنڈیوں کی قیمتوں کے اتار اور چڑھاؤ کا سٹہ کھیلتے ہیں، وہ مختلف مصنوعی ذرائع اور بنک کاری کی چالوں سے اُن تغیرات پر جو قدرتی کہے جا سکتے ہیں، اثر ڈالنے یا اُن کے عمل کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان ترکیبوں کے متعلق مزید تفصیلات میں پڑنا چنداں مناسب نہیں ہے۔ ضرورت صرف اِس بات کی ہے کہ ایسے سٹوں کی موجودگی اور ان کے متعلقہ حالات کی طرف اشارہ کیا جائے۔ ورنہ عارضی اور مصنوعی تغیرات کو باقاعدہ اور صحیح قوانین کے قدرتی اور ناگزیر نتائج کے ساتھ گڈمڈ کر کے غلطیوں کا ارتکاب کیا جا سکتا ہے۔

اس کتاب کا مقصد یہ تھا کہ چند اہم ترین ابتدائی اصول جن کا ہمیں مبادلات خارجہ کے مطالعے میں پتا چلتا ہے، واضح کیے جائیں اور خاصکر چید معاملات کی ابتدا اور قدرتی تشریح جس قدر واضح طور پر ممکن ہو سکے، پیش کی جائے۔ یہ وہ معاملات ہیں جو اپنی زیادہ پیچیدہ شکل میں اِس قدر فنی اور ایسے غلط ملط معلوم ہوتے ہیں کہ عام لوگ انھیں بہ آسانی نہیں سمجھ سکتے۔ ان ابتدائی اصولوں میں درحقیقت کوئی چیز مشکل یا مبہم نہیں ہے۔ اگر وہ صاف اور عام فہم طریقے پر بیان کئے جائیں تو صرف وہ بالکل معمولی بات معلوم ہوتے ہیں اور ان کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں محسوس ہوتی۔ لیکن مشکل جو کچھ ہے، وہ اِن اصولوں کو کافی وضاحت کے ساتھ عام فہم زبان میں بیان کرنے کی ہے۔

پس اگر صفحاتِ بالا کے مطالعے کے بعد ناظر مبادلات خارجہ کے متعلق پہلے سے زیادہ پراگندہ خیال ہو جائے تو اُسے ہرگز یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اس وجہ سے کوئی اطمینان بخش نتیجہ حاصل نہیں کر سکا، کہ جس مضمون کے مطالعے میں وہ لگا ہوا تھا، وہ کوئی بہت زیادہ فنی یا بہت زیادہ مشکل مضمون ہے، جو علمی تحقیق کے معمولی طریقوں سے بہت کم اثر پذیر ہوتا ہے یا عملی تفصیلات کے ہمہ وقت متحرک ہونے والے انبار کی وجہ سے بہت زیادہ پیچیدہ بن گیا ہے بلکہ اُسے یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ قصور مولف کا ہے کہ وہ اپنا منشا جو خود اُسے بالکل صاف معلوم ہوتا ہے،

واضح طور پر ناظر کے ذہن نشین نہ کر سکا۔ اور زبان پر کافی قابو نہ رکھنے کی وجہ سے بازارِ زر اور مبادلے کی اصطلاحات سے پورے طور پر بے نیاز نہ ہو سکا۔

152 مبادلاتِ خارجہ خصوصیت کے ساتھ ایسا مضمون ہے جس میں اختلافی بحث کی کم اور احتیاط کے ساتھ مکمل تشریح کی زیادہ ضرورت ہے۔ کاروبار مبادلہ کا آغاز، بین قومی قرضداری کی بنیاد، بیرونی ہنڈیوں کی مختلف قسمیں، اُس کی قیمتوں کے تغیرات پر اثر ڈالنے والے گوناگوں اسباب اور اِن تغیرات سے اخذ ہو سکنے والے نتائج، اِن تمام امور کے متعلق جو خاص اصول پیش کئے گئے ہیں، وہ کوئی بحث طلب معاملات نہیں ہیں بلکہ چند خود آشکار گو کسی قدر پیچیدہ حقائق کے بیانات ہیں۔ ہاں اس تحقیق کی صرف دو شاخ جس میں ناموافق مبادلات کے علاجوں کا حال بیان کیا گیا ہے، بجا طور پر بحث مباحثے کا میدانِ جنگ بن سکتی ہے کیسی مضمون کے متعلق بھی اطمینان بخش طریقے پر استدلال کرنے کے لیئے اور اُس کے بارے میں جو متضاد نظریے ہیں، اُن میں سے ہر ایک کی کیا وقعت ہے، اُس کا ٹھیک طور پر اندازہ کرنے کے لیئے سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ اُسے صاف طور پر سمجھ لیا جائے۔ ''مبادلات خارجہ'' کے قوانین کی جب بھی کوئی تحقیق کی جائے تو چند بہت ہی عام اصول اور ابتدائی واقعات ہماری نظر کے سامنے آتے ہیں۔ اگر ان کے متعلق زیادہ واضح اور زیادہ قطعی خیالات پھیلانے میں یہ کتاب کسی طرح بھی آلۂ کار ثابت ہوئی ہو تو اُس کی غرض تالیف پورے طور پر حاصل ہو چکی ہوگی۔

تمت

صحت نامہ

نظریۂ مبادلات خارجہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۸،۱۹	معالات	معاملات	۴۴	۱۷	نست	محنت
۴	۱۹	سو۱۰	سونا	۵۰	۲۳	سارون	ساورن
۵	۲۲	گنئی	کمئی	۵۱	۸	ہامبرک	ہامبرگ
۱۰	۲	یہی وجہ سے کہ یہی وجہ ہے کہ	یہی وجہ ہے کہ	۵۲	۲۱	تنجاور	تجاوز
				″	۲۳	منسرگ	ستنرتک
۳۰	۱۷	بڑھوی	بڑھوتری	۵۳	۳	پڑھوتری	بڑھوتری
۳۶	۱۸	رونی	اونی	۸۹	۲	سارون	ساورن
۳۹	۲	سینٹ پٹرزبرگ	سینٹ پیٹرزبرگ	۹۰	۵	فورً	فوراً